ھذا بلاغ للناس

جامعہ دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

محرم الحرام ۱۴۳۰ھ / جنوری ۲۰۰۹ء

بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغٌ للنّاس

جامعہ دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

کراچی

جلد ۴۴
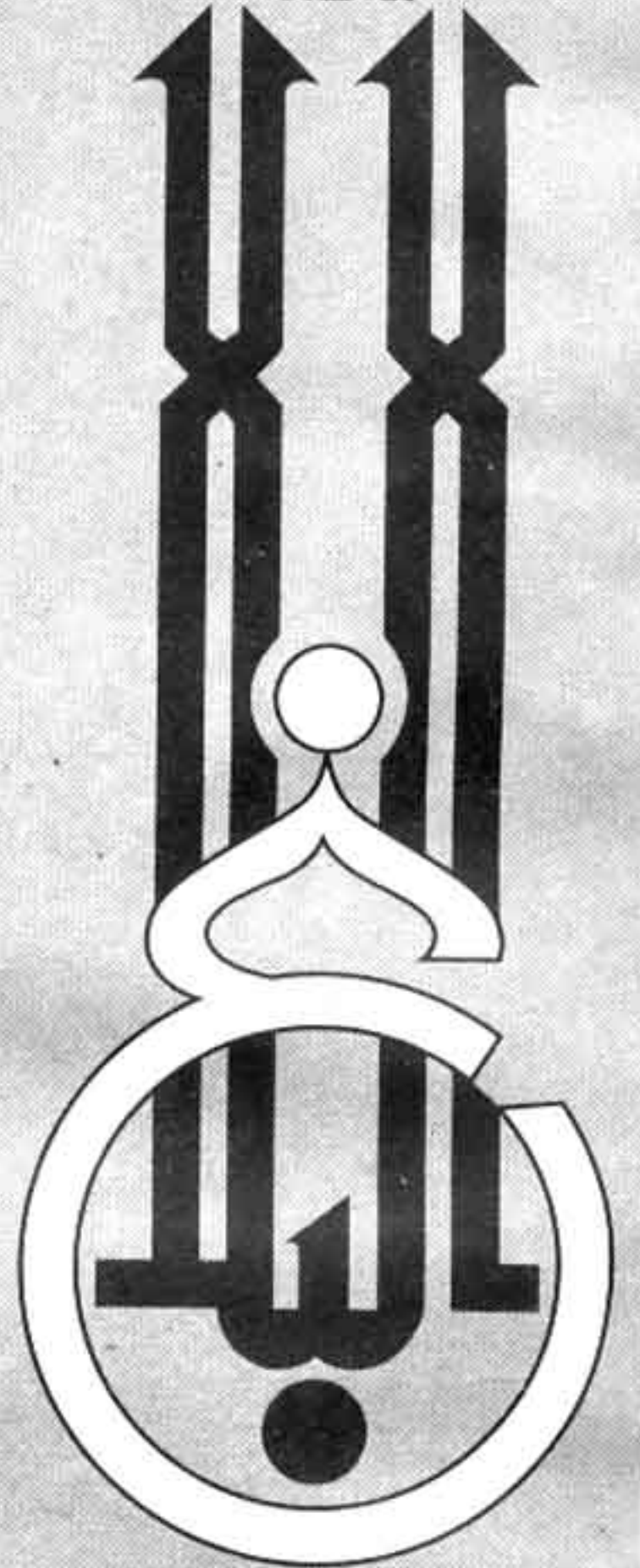
محرم الحرام ۱۴۳۰ھ / جنوری ۲۰۰۹ء

شمارہ ۱

فی شمارہ.......................۔/۲۵ روپے

سالانہ.......................۔/۲۵۰ روپے

بذریعہ رجسٹری.............۔/۳۷۰ روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک........................۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور

متحدہ عرب امارات .... ۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا

کراچی ۷۵۱۸۰

بینک اکاؤنٹ نمبر

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ

اکاؤنٹ نمبر: 036-153

فون: ۵۰۴۳۴۹۹

۵۰۴۹۷۷۴

یونیورسل نمبر: ۱۱۱-۷۸۶-۵۰۶

Email Address

d..ruloluınkhi@hotmail.com

www.darululoomkhi.edu.pk

کمپوزنگ

ایس۔ بی۔ ایس انٹرپرائز کراچی

پبلشر : محمد تقی عثمانی

پرنٹر القادر پرنٹنگ پریس کراچی
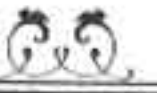
ادارہ

باشندگانِ وطن کو جہاد کیلئے تیار کیا جائے

سرحدوں پر حالات سنگین ہیں، حکمران جہاد کا نام لینے سے نہ شرمائیں

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا خطبۂ جمعہ

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

افغانستان میں امریکی دراندازی کے بعد سے پاکستان تخریب کاری کا شکار ہے، جبکہ بلوچستان اور ملک کی مغربی سرحد کے ایک بڑے حصے میں شدید یورش برپا ہے، اندرون ملک بھی آئے دن ہلاکت خیز اور تباہ کن واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے بدامنی اور خلفشار کا دور دورہ ہے، تسلسل اور منصوبہ بندی کے ساتھ لگاتار پیش آنے والے ان سنگین واقعات کے پیچھے بیرونی طاقتوں خاص طور پر بھارت کی سازشوں سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، ایسا لگتا ہے کہ را، موساد اور ایف بی آئی کے ایجنٹوں نے ہمارے قومی وجود میں پنجے گاڑ دیئے ہیں، یہ دشمنان ملک وملت وطن عزیز کو اقتصادی، سیاسی اور عسکری طور پر کمزور کرنے اور یہاں مختلف منافرتوں کو بھڑکانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے_____ پچھلے دنوں ممبئی (بھارت) میں تخریب کاری کا ایک سنگین واقعہ پیش آیا تو بھارت نے اُس کا الزام پاکستان پر دھر دیا اور پوری دنیا میں پاکستان کے خلاف طوفان اٹھا دیا، بھارتی حکومت کے ذمہ دار اُس وقت سے دھمکی آمیز بیانات دے رہے ہیں اور مختلف ذرائع کے مطابق پاکستان کے خلاف جارحانہ عسکری اقدامات کی تیاری شروع کردی گئی ہے۔

یہ صورتحال بہت تشویشناک ہے اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ اس کا نوٹس لینے کی ضرورت ہے، بحیثیت مسلمان یہ ہماری شرعی ذمہ داری بھی ہے کہ ہم اپنے آپ کو کسی بھی شرانگیزی کے خلاف تیاری کی حالت میں رکھیں، جنگ تباہ کن عمل ہے اور امکانی طور پر اس سے بچنا چاہئے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ:

''دشمن سے ٹکرانے کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت ہی طلب کرو، لیکن اگر سر پر پڑ جائے تو جم کر مقابلہ کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے''۔

حضرت صدر دارالعلوم نے جمعہ کے اپنے روح پرور خطاب میں موجودہ سنگین حالات کے تناظر میں، جہاد فی سبیل اللہ کیلئے کمربستہ ہونے اور دفاع وطن کیلئے سربکف ہوکر دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جانے کی صدا بلند کی ہے۔ حکمرانوں اور باشندگانِ ملک کو بروقت اس ذمہ داری کا احساس دلایا ہے، یہ کھلی حقیقت ہے کہ قوت اور تیاری کسی بھی جارحیت کا مؤثر علاج ہے۔.................................(ادارہ)

۲۶/دسمبر کو نماز جمعہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے صدر دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے فرمایا کہ: کچھ دنوں سے سرحدوں پر حالات سنگین ہیں، بیرونی طاقتیں پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو تباہ کرنے کی سازش کررہی ہیں، امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور بھارت خودتو قسم قسم کے ایٹمی کیمیاوی اور دیگر اقسام کے مہلک ہتھیار بنا رہے ہیں، پاکستان نے اپنے دفاع کیلئے اگر ایٹم بم بنالیا تو یہ ان سے برداشت نہیں ہورہا آج کے حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم کو جہاد کیلئے تیار کریں، فوج تو الحمدللہ تیار ہے عوام بھی شوقِ شہادت سے سرشار اور ذہنی طور پر تیار ہیں مگر عملی تیاری درکار ہے، سول ڈیفنس، ابتدائی طبی امداد اور حالات جنگ میں کام کرنے والے ہنگامی حالات سے متعلق ادارے ساکت و جامد پڑے ہوئے ہیں، انہیں متحرک کرنے اور پورے ملک میں ان کی تیز رفتار ٹریننگ شروع کرنے کی ضرورت ہے، مختلف منافرتوں اور تعصّبات کو ختم کرکے قومی اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی ضرورت ہے، ۱۹۶۵ء میں جنرل ایوب خان نے کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کے نام پر جہاد کا اعلان کیا تھا، جس کے نتیجے میں پوری قوم متحد ہوکر دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی تھی، دنیا جانتی ہے کہ اس وقت دشمن کو اپنی جارحیت کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی تھی۔

قرآن کریم میں سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ: اپنی مقدور بھر کوشش کرکے کفار کے مقابلے کیلئے ہر قسم کی قوت تیار کرو ——— بھارت نے جب ایٹم بم بنالیا تھا تو اس آیت کی رو سے شرعاً ہم پر بھی ایٹم بنانا فرض ہوگیا تھا اور اللہ کے فضل وکرم سے ایمان سے سرشار ہمارے مسلم سائنسدانوں نے جن کے دلوں میں ایمان کی حرارت اور وطن کی محبت ہے، پوری امتِ مسلمہ کی طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کردیا، یہ ہنرمند پوری قوم بلکہ امت مسلمہ کے محسن ہیں، ان کی انتھک کاوشوں کی وجہ سے عالم اسلام میں پاکستان ایٹمی طاقت بنا، بحمداللہ ہماری فوج بھی جذبۂ جہاد سے سرشار ہے۔

سورۂ انفال میں دوسری جگہ آیت نمبر ۴۵، ۴۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے ایمان والو! جب تمہیں کسی جماعت سے (جہاد میں) مقابلے کا اتفاق ہوا کرے تو:

(۱) ثابت قدم رہو۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو، تاکہ تم کامیاب ہو۔

(۳) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ (۴) اور آپس میں جھگڑا مت کرو، ورنہ کمزور ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی (۵) اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں''۔

قرآن پاک کا یہ پانچ نکاتی ہدایت نامہ وہ فارمولا ہے جس پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو دشمن پر یقینی غلبہ حاصل ہوتا ہے، عوام اور حکام دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس فارمولے پر عمل کریں۔ آپس کے اختلافات پس پشت ڈال کر پوری قوم دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔ اور قوم کا ہر فرد وطن کے چپے چپے کی حفاظت کرنے کیلئے جان کی بازی لگانے اور مال کی قربانی دینے کیلئے سربکف ہو جائے، اس ملک کو حاصل کرنے کیلئے بھی مسلمانوں نے جان و مال کی بے پناہ قربانیاں دی تھیں۔

سوات اور دیگر شمال مغربی علاقوں میں ہماری فوج اپنے ہی عوام کے خلاف نبرد آزما ہے، بے گناہ عوام لاکھوں کی تعداد میں دربدر ہو چکے ہیں جبکہ توپوں کے اندھے گولوں اور بمباری کی زد میں آکر بڑی تعداد موت کے منہ میں پہنچ گئی ہے اور بہت سے زخمی ہسپتالوں میں پڑے کراہ رہے ہیں۔ بعض اطلاعات کے مطابق طالبان کے بھیس میں وہاں غیر ملکی ایجنٹ بھی کارروائیاں کر رہے ہیں، مقامی آبادی کے لوگ پریشان ہیں کہ مجاہدین کے لباس میں یہ اجنبی لوگ کون ہیں اور کہاں سے آگئے ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہے کہ کون مجاہد ہے اور کون غیر ملکی ایجنٹ ہے۔ فوجی کارروائی سے مقامی آبادی کا بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے اور اب موجودہ حالات میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہاں سے فوج ہٹا کر اسے مشرقی سرحد پر متعین کیا جائے، اس ملک کو بچانے کیلئے ہمیں جان و مال کی قربانی دینی پڑی تو ان شاء اللہ ہم اپنے جان و مال کی قربانی دے کر اس ملک کے چپے چپے کو بچائیں گے۔

عوام کثرت سے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' پڑھنے کا اہتمام کرے، ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْل'' بھی پڑھتے رہیں۔ اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس ملک کے چپے چپے کی حفاظت فرمائے، یہاں کے تمام باشندگان وطن بڑوں، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی حفاظت فرمائے۔ ہمارے وطن کو اور ہماری مساجد اور مدارس کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

☆☆☆

"عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحْقِرَنَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا مِّنَ الْمَعْرُوْفِ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیَلْقَ اَخَاہُ بِوَجْہٍ طَلِقٍ وَاِذَا اشْتَرَیْتَ لَحْمًا اَوْ طَبَخْتَ قِدْرًا فَاَکْثِرْ مَرَقَتَہٗ وَاغْرِفْ لِجَارِکَ مِنْہُ"

"حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی احسان کی کسی صورت اور کسی قسم کو بھی حقیر نہ سمجھے، پس اگر اپنے بھائی کو دینے کے لئے کچھ بھی نہ پائے تو اتنا ہی کرے کہ شگفتہ روئی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے (یہ بھی حسن سلوک کی ایک صورت ہے) اور جب تم گوشت خریدو یا ہانڈی پکاؤ تو اس میں شوربا بڑھا دیا کرو، پھر چمچہ بھر اس میں سے اپنے پڑوسی کے لئے بھی نکالا کرو۔" (جامع ترمذی)

(اللہ کا بندہ)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف القرآن

تعلیم کا سب سے پہلا اور اہم ذریعہ قلم اور کتابت ہے

سورۃ العلق ......☆......آیت نمبر: ۱ تا ۱۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ایک صحیح حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لماخلق اللّٰہ الخلق کتب فی کتابہ فھو عندہ فوق العرش، ان رحمتی غلبت غضبی، یعنی اللہ تعالیٰ نے ازل میں جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں جو عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ کلمہ لکھا کہ ''میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی''۔

اور حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اوّل ماخلق اللّٰہ القلم فقال لہ اکتب فکتب مایکون الیٰ یوم القیمۃ فھو عندہ فی الذّکر فوق عرشہ، یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ لکھے، اُس نے تمام چیزیں جو قیامت تک ہونے والی تھیں لکھدیں، یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس عرش پر ہے۔ (قرطبی)

قلم کی تین قسمیں

علماء نے فرمایا ہے کہ عالم میں قلم تین ہیں۔ ایک سب سے پہلا قلم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات لکھنے کا اُس کو حکم دیا، دوسرے فرشتوں کے قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور اُن کی مقادیر کو نیز انسانوں کے اعمال کو لکھتے ہیں۔ تیسرے عام انسانوں کے قلم جن سے وہ اپنے کلام لکھتے اور اپنے مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کتابت درحقیقت بیان کی ایک قسم ہے اور بیان انسان کی مخصوص صفت ہے، (قرطبی) امامِ تفسیر مجاہد نے ابوعمرو سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں چار چیزیں اپنے دستِ قدرت سے خود بنائیں اور اُن کے سوا باقی مخلوقات کے لئے حکم دیا کُنْ یعنی ہوجاوہ موجود ہوگئیں۔ یہ چار چیزیں یہ ہیں۔ قلم، عرش، جنت عدن، آدم علیہ السلام۔

علمِ کتابت سب سے پہلے دنیا میں کس کو دیا گیا

بعض حضرات نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ فن کتابت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا گیا تھا اور سب سے پہلے انہوں نے لکھنا شروع کیا (کعب احبار) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ فن حضرت ادریس علیہ السلام کو ملا ہے اور سب سے پہلے کاتب دُنیا میں وہی ہیں (ضحاک) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر شخص جو کتابت کرتا ہے وہ تعلیم منجانب اللہ ہی ہے۔

خط و کتابت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر یہ نہ ہوتا تو نہ کوئی دین قائم رہتا نہ دُنیا کے کاروبار درست ہوتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اُس نے اپنے بندوں کو اُن چیزوں کا علم دیا جن کو وہ نہیں جانتے تھے اور اُن کو جہل کی اندھیری سے نورِ علم کی طرف نکالا اور علمِ کتابت کی ترغیب دی کیونکہ اُس میں بیشمار اور بڑے منافع ہیں جن کا اللہ کے سوا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔ تمام علم و حِکَم کی تدوین اور اوّلین و آخرین کی تاریخ ان کے حالات و مقالات اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابیں سب قلم ہی کے ذریعہ لکھی گئیں اور رہتی دنیا تک باقی رہیں گی، اگر قلم نہ ہوتو دنیا و دین کے سارے ہی کام مختل ہو جائیں۔

علمائے سلف و خلف نے ہمیشہ خط و کتابت کا بہت اہتمام کیا ہے

علمائے سلف و خلف نے ہمیشہ تعلیم خط و کتابت کا بڑا اہتمام کیا ہے جس پر اُن کی تصانیف کے عظیم الشان ذخائر آج تک شاہد ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے اس دور میں علماء و طلباء نے اس اہم ضرورت کو ایسا نظر انداز کیا ہے کہ سیکڑوں میں دو چار آدمی مشکل سے تحریر کتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں فالی اللہ المشتکی۔

رسول اللہ ﷺ کو کتابت کی تعلیم نہ دینے کا راز

حق تعالیٰ جل شانہ نے خاتم الانبیاء ﷺ کی شان کو لوگوں کے فکر و قیاس سے بالاتر بنانے کیلئے آپ کی جائے پیدائش سے لے کر آپ کے ذاتی حالات تک سب ایسے بنائے تھے کہ جن میں کوئی انسان اپنی ذاتی کوشش و محنت سے کوئی کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ جائے پیدائش کے لئے عرب کا صحرا تجویز ہوا جو متمدن دنیا اور علم و حکمت کے گہواروں سے بالکل کٹا ہوا تھا اور راستے اور مواصلات اتنے

دشوار گذار تھے کہ شام و عراق اور مصر وغیرہ کے متمدن شہروں سے یہاں کے لوگوں کا کوئی جوڑ نہ تھا، اسی لئے عرب سب کے سب ہی اُمیین کہلاتے ہیں، ایسے ملک اور ایسے قبائل میں آپ پیدا ہوئے اور پھر حق تعالیٰ نے ایسے سامان کئے کہ عرب کے لوگوں میں جو خال خال کوئی علم و حکمت اور خط و کتابت سیکھ لیتا تھا، آپ کو اُس کے سیکھنے کا بھی موقع نہ دیا گیا، ان حالات میں پیدا ہونے والے انسان سے علم و حکمت اور اخلاق فاضلہ عالیہ کا کس کو تصور ہو سکتا ہے۔ اچانک حق تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا اور علم و حکمت کا غیر منقطع سلسلہ آپ کی زبان مبارک پر جاری فرما دیا، فصاحت و بلاغت میں عرب کے بڑے بڑے شعراء و بلغاء آپ کے سامنے عاجز ہو گئے یہ ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ تھا کہ ہر آنکھوں والا اس کو دیکھ کر یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے کمالات انسانی سعی و عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے غیبی عطیات ہیں، خط و کتابت کی تعلیم نہ دینے میں بھی یہی حکمت تھی۔ (ماخوذ از قرطبی)

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ، اس سے پہلی آیت میں تعلیم کے ایک خاص ذریعہ کا ذکر تھا جو عام طور پر تعلیم کیلئے استعمال ہوتا ہے یعنی قلمی تعلیم۔

ذریعۂ علم صرف قلم نہیں بلکہ بیشمار ذرائع ہیں

اس آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اصل تعلیم دینے والا اللہ تعالیٰ سبحانہ ہے اور اُس کیلئے ذرائع تعلیم بیشمار ہیں، کچھ قلم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم دیا جس سے وہ پہلے ناواقف تھا، اس میں قلم یا کسی دوسرے ذریعۂ تعلیم کا ذکر نہ فرمانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ کی یہ تعلیم انسان کی ابتداء آفرینش سے جاری ہے کہ اوّل اس میں عقل پیدا کی جو سب سے بڑا ذریعۂ علم ہے، انسان اپنی عقل سے خود بغیر کسی تعلیم کے بہت سی چیزیں سمجھتا ہے پھر اس کے پس و پیش میں اپنی قدرت کاملہ کے ایسے مناظر اور دلائل قدرت رکھدیئے جن کا مشاہدہ کر کے وہ اپنی عقل سے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان سکے۔ پھر وحی اور الہام کے ذریعہ بہت سی چیزوں کا علم انسان کو عطا فرمایا اور بہت سی ضروری چیزوں کا علم انسان کے ذہن میں خود بخود پیدا فرما دیا جس میں کسی زبان یا قلم کی تعلیم کا دخل نہیں، ایک بے شعور بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے ساتھ ہی اپنی غذا کے مرکز یعنی ماں کی چھاتیوں کو پہچان لیتا ہے پھر چھاتی سے دودھ اُتارنے کے لئے منہ کو دبانا (اس کو کس نے سکھایا اور کون سکھا سکتا تھا، پھر اس کو ایک ہنر رونے کا اللہ تعالیٰ نے اوّل ولادت ہی سے سکھا دیا، بچے کا یہ رونا اُس کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اُس کو روتا ہوا دیکھ کر ماں باپ اس فکر میں پڑ جاتے ہیں کہ اس کو کیا تکلیف ہے۔ اس کی بھوک، پیاس، سردی، گرمی کی سب ضروریات

اسی رو دینے سے ہی پوری ہوتی ہیں۔ یہ رونے کی تعلیم اس نومولود کو کون کرسکتا تھا اور کس طرح کرتا۔ یہ سب وہبی علم ہے جو اللہ تعالیٰ ہر جاندار کے خصوصاً انسان کے ذہن میں پیدا فرما دیتا ہے۔ اس ضروری علم کے بعد پھر زبانی تعلیم پھر قلبی تعلیم کے ذریعہ اس کے علوم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور مَالَمْ یَعْلَمْ یعنی جس کو وہ نہیں جانتا تھا اس کے کہنے کی بظاہر کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ عادۃً تعلیم تو اُسی چیز کی ہوتی ہے جس کو انسان نہیں جانتا اس کے فرمانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس خداداد علم و ہنر کو انسان اپنا ذاتی کمال نہ سمجھ بیٹھے، مَالَمْ یَعْلَمْ سے اشارہ فرمادیا کہ انسان پر ایک ایسا وقت بھی آیا ہے جب وہ کچھ نہیں جانتا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا یعنی اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے بطن سے ایسی حالت میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، معلوم ہوا کہ انسان کو جو بھی علم و ہنر ملا ہے وہ اُس کا ذاتی نہیں بلکہ سب خالق و مالک کا عطیہ ہے۔ (مظہری) اور بعض حضرات مفسرین نے اس آیت میں انسان سے حضرت آدم یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد قرار دیا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں جن کو تعلیم دی گئی وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ آخری پیغمبر ہیں جن کی تعلیم میں تمام انبیاء سابقین کے علوم اور لوح و قلم کے علوم شامل ہیں کما قال ؎

ومن علومک علم اللوح والقلم

یہاں تک سورۂ اقرأ کی پانچ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئیں، اس کے بعد کی آیتیں کافی عرصہ کے بعد نازل ہوئی ہیں کیونکہ باقی آیتیں آخر سورت تک ابوجہل کے ایک واقعہ کے متعلق ہیں اور ابتداء وحی و نبوت میں تو مکہ میں کوئی بھی آپ کا مخالف نہ تھا سب آپ کو امین کے لقب سے پکارتے تھے اور محبت و تعظیم کرتے تھے، ابوجہل کی مخالفت اور دشمنی خصوصاً نماز پڑھنے سے روکنے کا واقعہ جو آگے آنے والی آیات میں مذکور ہے ظاہر ہے کہ اُس وقت کا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و دعوت کا اعلان فرمایا اور شب معراج میں آپ کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی. اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی، اس آیت کا روئے سخن اگرچہ ایک خاص شخص یعنی ابوجہل کی طرف ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی مگر عنوان عام رکھا ہے جس میں عام انسانوں کی ایک کمزوری بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ انسان جب تک دوسروں کا محتاج رہتا ہے تو سیدھا چلتا ہے اور جب اُس کو یہ گمان ہو جائے کہ میں کسی کا محتاج نہیں سب سے بے نیاز ہوں تو اس کے نفس میں طغیان یعنی سرکشی وغیرہ اور دوسروں پر ظلم و جور کے رجحانات پیدا ہو جاتے ہیں، جیسا کہ عموماً مالداروں اور اقتدارِ حکومت والوں اور اولاد و احباب یا خدام کی کثرت رکھنے والوں میں اس کا

بکثرت مشاہدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے تموّل اور جماعت جتھے کی طاقت میں مست ہو کر کسی کو نظر میں نہیں لاتے، چونکہ ابوجہل کا بھی یہی حال تھا کہ مکہ مکرمہ کے خوشحال لوگوں میں سے تھا اور اس کے قبیلے بلکہ پورے شہر کے لوگ اس کی تعظیم وتکریم کرتے اور بات مانتے تھے وہ بھی اسی پندار میں مبتلا ہوا یہاں تک کہ سیدالانبیاء اور اشرف الخلائق کی شان میں گستاخی کر بیٹھا۔ اگلی آیت میں ایسے سرکشوں کے برے انجام پر تنبیہ ہے۔ اِنَّ اِلیٰ رَبِّکَ الرُّجعیٰ، رُجعیٰ مثل بشریٰ کے اسم مصدر ہے۔ معنی یہ ہیں کہ سب کو اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے اس کے ظاہر معنی تو یہی ہیں کہ مرنے کے بعد سب کو اللہ کے پاس جانا اور اچھے برے اعمال کا حساب دینا ہے اس وقت اس طغیانی اور سرکشی کے انجام بد کو آنکھوں سے دیکھ لے گا اور یہ بھی بعید نہیں کہ اس جملے میں مغرور انسان کے غرور کا علاج بتلایا گیا ہو کہ اے احمق تو اپنے آپ کو سب سے بے نیاز خود مختار سمجھتا ہے اگر غور کرے گا تو اپنی ہر حالت بلکہ ہر حرکت وسکون میں تو اپنے آپ کو رب تعالیٰ کا محتاج پائے گا، اگر اُس نے تجھے کسی انسان کا محتاج بظاہر نہیں بنایا تو کم از کم اس کو تو دیکھ کہ اللہ تعالیٰ کا تو ہر چیز میں محتاج ہے اور انسانوں کی محتاجی سے بے نیاز سمجھنا بھی صرف ظاہری مغالطہ ہی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مدنی الطبع بنایا ہے وہ اکیلا اپنی ضروریات میں سے کسی ایک ضرورت کو بھی پورا نہیں کرسکتا، اپنے ایک لقمہ کو دیکھے تو پتہ چلے گا کہ ہزاروں انسانوں اور جانوروں کی محنت شاقہ اور مدت دراز تک کام میں لگے رہنے کا نتیجہ یہ لقمۂ تر ہے جو بے فکری کے ساتھ نگل رہا ہے اور اتنے ہزاروں انسانوں کو اپنی خدمت میں لگالینا کسی کے بس کی بات نہیں، یہی حال اس کے لباس اور تمام دوسری ضروریات کا ہے کہ ان کے مہیا کرنے میں ہزاروں لاکھوں انسانوں اور جانوروں کی محنت کا دخل ہے جو تیرے غلام نہیں اگر تو ان سب کو تنخواہیں دے کر بھی چاہتا کہ اپنے اس کام کو پورا کرے تو ہرگز تیرے بس میں نہ آتا، ان باتوں میں غور وفکر انسان پر یہ راز کھولتا ہے کہ اس کی تمام ضروریات کے مہیا کرنے کا نظام خود اس کا بنایا ہوا نہیں بلکہ خالق کائنات نے اپنی حکمت بالغہ سے بنایا اور چلایا ہے کسی کے دل میں ڈالدیا کہ زمین میں کاشت کا کام کرے، کسی کے دل میں یہ پیدا کردیا کہ وہ لکڑی تراشنے اور نجاری کا کام کرے، کسی کے دل میں لوہار کے کام کی رغبت ڈالدی، کسی کو محنت مزدوری کرنے ہی میں راضی کردیا، کسی کو تجارت وصنعت کی طرف راغب کرکے انسانی ضروریات کے بازار لگادیئے۔ نہ کوئی حکومت اس کا نظم قانون سے کرسکتی تھی نہ کوئی فرد۔ اس لئے اس غور وفکر کا لازمی نتیجہ اِلیٰ رَبِّکَ الرُّجعیٰ ہے یعنی انجام کار سب چیزوں کا حق تعالیٰ کی قدرت وحکمت کے تابع ہونا مشاہدہ میں آجاتا ہے۔

اَرَءَیتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی، اس آیت سے آخر سورۃ تک ایک واقعہ کی طرف اشارہ

ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور آپ نے نماز پڑھنا شروع کی تو ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھنے سے روکا اور دھمکی دی کہ آئندہ نماز پڑھیں گے اور سجدہ کریں گے تو وہ معاذ اللہ آپ ﷺ کی گردن کو پاؤں سے کچل دے گا، اس کے جواب اور اُس کو زجر کرنے کیلئے یہ آیات آئی ہیں ان میں فرمایا اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی، یعنی کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، یہاں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ کس کو دیکھ رہا ہے اس لئے عام اور شامل ہے کہ نماز پڑھنے والی بزرگ ہستی کو بھی دیکھ رہا ہے اور اُس سے روکنے والے بدبخت کو بھی اور یہاں صرف اس جملہ پر اکتفا کیا گیا کہ ہم یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں، آگے دیکھنے کے بعد کیا حشر ہوگا اُس کے ذکر نہ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ ہولناک انجام قابل تصور نہیں۔

لَنَسْفَعًام بِالنَّاصِیَۃِ، سفع مصدر سے مشتق ہے جس کے معنی سختی کے ساتھ کھینچنے کے ہیں اور ناصیۃ سر کے اگلے بالوں کو کہا جاتا ہے جو پیشانی کے اوپر ہوتے ہیں جس شخص کے پیشانی کے بال کسی کے ہاتھ میں آجائیں وہ اس کے ہاتھ میں مجبور و مقہور ہو کر رہ جاتا ہے۔

کَلاَّ لاَ تُطِعْہُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہے کہ ابوجہل کی بات پر کان نہ دھریں اور سجدہ اور نماز میں مشغول رہیں کہ یہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ ہے۔

سجدے کی حالت میں قبولیت دعاء

ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اقرب مایکون العَبد من ربّہٖ وھو ساجد فاکثروا الدعاء، یعنی بندہ اپنے رب سے قریب تر اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ سجدہ میں ہو اس لئے سجدہ میں بہت دُعا کیا کرو۔ اور ایک دوسری صحیح حدیث میں یہ لفظ بھی آئے ہیں فانّہ‘ قمن ان یستجاب لکم، سجدے کی حالت میں دُعا قبول ہونے کے لائق ہے۔

مسئلہ: ۔ نفل نمازوں کے سجدہ میں دُعا کرنا ثابت ہے، بعض روایات حدیث میں اس دعا کے خاص الفاظ بھی آئے ہیں وہ الفاظ ماثورہ پڑھے جائیں تو بہتر ہے۔ فرائض میں اس طرح کی دعائیں ثابت نہیں، کیونکہ فرائض میں اختصار مطلوب ہے۔

مسئلہ: ۔ اس آیت کو پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔ صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول ا ﷺ سے اس آیت پر سجدۂ تلاوت کرنا ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

لاطینی امریکہ کا ایک سفر

برازیل -- پانامہ -- ٹرینیڈاڈ -- باربے ڈوس

(قسط نمبر ۲)

ریوڈی جینرو میں

اس کے بعد ہمیں دو دن برازیل کے دوسرے بڑے شہر ریوڈی جینرو میں گذارنے تھے (جسے اختصار کے پیش نظر صرف ریو کہا جاتا ہے)، اور وہیں سے پانامہ کیلئے روانہ ہونا تھا۔ علی الصیفی صاحب کے ساتھ ایک برازیلی نومسلم نوجوان کام کرتے ہیں جن کا اسلامی نام ابوبکر ہے۔ علی صاحب نے ان کو ہم سے پہلے ہی ریو بھیج دیا تھا، تاکہ وہ وہاں ہمارا استقبال اور وہاں کے قیام میں ہماری رہنمائی کرسکیں۔ وہ ریو ہی کے باشندے ہیں، مگر ملازمت کیلئے ساؤپالو میں رہتے ہیں۔ ان کی مادری زبان اگرچہ پرتگیزی ہے، لیکن وہ انگریزی بھی بڑی روانی سے بولتے ہیں، ورنہ ریو میں انگریزی جاننے والے بہت کم ہیں۔ چنانچہ ہم مغرب کی نماز ائیرپورٹ پر پڑھکر ٹیم ایئرلائنز کے ایک برازیلی طیارے کے ذریعے ایک گھنٹے میں ریو پہنچے۔ ابوبکر صاحب ائیرپورٹ پر گاڑی لیکر استقبال کیلئے موجود تھے۔ گاڑی سے ہوٹل جاتے ہوئے میں نے ان سے ان کے اسلام لانے کا واقعہ پوچھا تو انہوں نے یہ ایمان افروز واقعہ تفصیل سے بتایا:

انہوں نے کہا کہ مجھے انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے انگریزی پہلے سے پڑھ رکھی تھی، ٹیلی ویژن پر جو چینل اسلامی معلومات فراہم کرتے ہیں، انہیں دیکھتا رہا، اور کچھ وڈیو کیسٹس میں نے حاصل کیں جو انگریزی میں اسلام اور مسلمانوں کے تعارف پر مشتمل تھیں، جن کے نتیجے میں اسلام کی طرف میری رغبت بڑھتی چلی گئی، اور مجھے حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ پڑھنے کا شوق ہوا۔ اسی دوران ریو کی ایک پرانی مسجد میں سوڈان کے ایک عالم سے میری ملاقات ہوئی، اور انہوں نے میرا شوق دیکھکر مجھے بذات خود سیرت کا درس دینے کا وعدہ کرلیا۔ اسی زمانے میں اتفاق سے انٹرنیٹ کے ذریعے ساؤپالو کی ایک برازیلی لڑکی سے میری گفتگو (chat) ہوا کرتی تھی۔ یہ لڑکی کٹر پروٹسٹنٹ عیسائی تھی، اور نیویارک

میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے گرنے کے واقعے کی بنا پر اُس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید دشمنی پیدا ہوگئی تھی، اور اُس نے ارادہ کیا تھا کہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کام کروں گی۔ اس غرض کیلئے اُس نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا، اور قرآن کریم کا ترجمہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت پڑھی۔ اس مطالعے کے نتیجے میں اُس کے دل میں تبدیلی پیدا ہوئی، اور اُسے یقین ہوگیا۔کہ اسلام ہی دین برحق ہے۔ ادھر میں سوڈانی عالم سے سیرت پڑھ رہا تھا، اور اُدھر وہ لڑکی اپنے طور پر مطالعہ کررہی تھی۔ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا نہیں تھا، صرف انٹرنیٹ پر بات ہوا کرتی تھی۔ اتفاق سے مجھے کسی کام سے ساؤ پالو جانا ہوا تو میں نے اُس سے ملنے کا وقت مقرر کیا، اور ہم نے آپس میں شادی کا فیصلہ کرلیا۔ اُس کے بعد اپنے سوڈانی استاذ کے ذریعے میں نے ۲۰۰۴ء میں اسلام قبول کرلیا، اور لڑکی سے تذکرہ کیا تو اُس نے اپنی کہانی سنائی، اور کہا کہ میں پہلے ہی اسلام قبول کرچکی ہوں۔ اس طرح ہماری شادی اس حالت میں ہوئی کہ ہم دونوں مسلمان ہوچکے تھے۔

جس گاڑی کا ہمارے میزبانوں نے ہمارے لئے انتظام کیا تھا، وہ دراصل ایک ٹیکسی تھی، اور اُس کا ڈرائیور سعید بھی برازیلی نومسلم تھا، مگر پرتگیزی کے سوا کوئی زبان نہیں جانتا تھا، میں نے اُس سے اُس کے اسلام لانے کا واقعہ ابوبکر صاحب کے ذریعے پوچھا تو اُس نے بتایا کہ دراصل میرا ایک نوجوان لڑکا تھا جو ایک مسلمان استاذ سے ملا کرتا تھا، اُن کے ذریعے اُس کے دل میں اسلام کی معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا، اور اُس نے کچھ عرصے کے بعد اسلام قبول کر کے مجھے بھی مسلمان ہونے کی دعوت دی، میں نے بھی اسلام کی بنیادی معلومات حاصل کیں، اور مسلمان ہوگیا۔ آجکل میرا لڑکا دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے سوڈان گیا ہوا ہے۔

یہ دو واقعات تو میں نے براہ راست ان نومسلموں سے سنے۔ ابوبکر صاحب نے بتایا کہ یہاں ہر ہفتے اچھے خاصے لوگ مسلمان ہونے کیلئے اسلامی مراکز میں آتے ہیں۔ برازیل میں اگرچہ اکثریت کیتھولک عیسائیوں کی ہے، لیکن لوگ اس مذہب سے بیزار ہوتے جارہے ہیں، اور جس کسی کو اسلام کی حقیقت معلوم ہوجاتی ہے، وہ اسلام لے آتا ہے۔ ابوبکر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ یہاں کے لوگ متعصب نہیں ہیں، بلکہ کھلے دل کے لوگ ہیں، اور دوسرے مغربی ملکوں کے مقابلے میں مسلمانوں سے زیادہ ہمدردی رکھتے ہیں، یہاں تک کہ اگر یہاں کے دس آدمیوں کے سامنے اسلام کی وضاحت کی جائے تو میرا اندازہ یہ ہے کہ ان میں سے تین چار ضرور اسلام لے آئینگے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہاں کے لوگ پرتگیزی کے سوا کوئی زبان نہیں سمجھتے، اور پرتگیزی زبان میں انہیں اسلام کی دعوت دینے والے

قابل لوگوں کی یہاں بہت کمی ہے۔ چنانچہ جب پرتگال سے ہمارے یہاں تبلیغی جماعتیں آتی ہیں تو ان سے بڑا فائدہ ہوتا ہے، لیکن دوسرے علاقوں سے آنے والی جماعتیں چونکہ یہاں کی زبان سے واقف نہیں ہوتیں، اس لئے اُن کا فائدہ محدود ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ جماعتیں دراصل یہاں کے عرب مسلمانوں میں اسی لئے کام کرتی ہیں کہ یہاں کے لوگ دعوت کیلئے تیار ہوں، اور وہ پرتگیزی زبان میں کام کرسکیں۔ اس کے علاوہ میں نے عرض کیا کہ باہر سے بڑی تعداد میں پرتگیزی جاننے والے علماء یا داعیوں کا آنا تو زیادہ مشکل لگتا ہے، لیکن اگر کچھ نوجوان ایسے تیار ہو جائیں جو ہمارے یہاں آکر تعلیم حاصل کریں، اور پھر اپنے ملک میں جا کر کام کریں تو انشاء اللہ بہت مفید ہوسکتا ہے۔

ابوبکر صاحب کی زبان سے یہ واقعات اور حالات سن کر دل میں یہ احساس جرم پیدا ہوا کہ ہم غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کوئی ایسا نظام نہیں بنا سکے جس کے ذریعے دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والوں کو اسلام کی روشنی دکھانے کا کوئی مؤثر انتظام ہو۔ جماعتیں، ادارے اور انجمنیں تو بہت سی ہیں، لیکن خاص اس مقصد کیلئے کوئی قابل ذکر ادارہ عالمی سطح پر موجود نہیں ہے۔ کہنے کو تو میں نے کہہ دیا کہ برازیل کے کچھ نوجوان ہمارے یہاں تعلیم کیلئے آجائیں تو بڑا فائدہ ہوسکتا ہے، لیکن ہماری حکومتوں کی طرف سے دینی مدارس میں باہر کے ملکوں سے آنے والے طلبہ کے لئے اتنی پابندیاں عائد کردی گئی ہیں کہ ان کے لئے تعلیمی ویزا حاصل کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے، اور اس مسئلے سے ہم دن رات دوچار رہتے ہیں، کیونکہ مسلمان حکومتوں کی ترجیحات میں اسلام کی دعوت کی ضرورت کسی نچلی سے نچلی سطح پر بھی کوئی مقام نہیں رکھتی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور اسلام کی مقناطیسی کشش ہے جو ان جیسے لوگوں کو وسائل کے فقدان کے باوجود اسلام کی طرف کھینچ رہی ہے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ ہماری طرف سے کوئی مؤثر کوشش موجود نہیں ہے۔

ریوڈی جینرو شہر میں مسلمانوں کی تعداد ساؤپالو کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ سارے علاقے میں کل پچاس مسلم گھرانے آباد ہیں، اس لئے یہاں ابھی تک کوئی باقاعدہ مسجد نہیں تھی، البتہ جماعت کیلئے دو ایک عارضی مصلے بنے ہوئے تھے۔ اب کویت کی تمویل سے ایک اچھی مسجد تعمیر ہوئی ہے، جس کے ساتھ اسلامی مرکز بنانے کا بھی پروگرام ہے، اور بچوں کی تعلیم کیلئے ایک مدرسہ بھی۔ اس غرض کیلئے ایک جمعیت ''الجمعیۃ الخیریۃ الاسلامیۃ،، کے نام سے قائم ہے۔ اس کے صدر جناب زین العابدین نے، جو لبنان کے باشندے ہیں، ہمیں اس مسجد میں آنے کی دعوت دی۔ مسجد کی تعمیر تو بڑی حد تک مکمل ہوچکی ہے، لیکن اس کی ملحقہ عمارتیں جو اسلامی مرکز اور مدرسہ کے طور پر استعمال ہونی ہیں، ابھی زیر تعمیر

ہیں، بلکہ اُنکی تعمیر فنڈز کی کمی کی وجہ سے رُکی ہوئی ہے۔ جمعیت کے صدر اور سیکریٹری جناب سامی صاحب نے بتایا کہ اب بھی یہاں درس قرآن اور درس حدیث وغیرہ کا سلسلہ قائم ہے، اور بچوں کیلئے ہفتہ وار تربیتی پروگرام بھی ہوتے ہیں، لیکن تمام حالات دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ یہ کام یہاں بہت ابتدائی مراحل میں ہے، اور ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ جو حضرات اس کام میں کوئی تعاون کرنا چاہیں، ان کے لئے ٹیلی فون نمبر یہ ہیں ۰۰۵۵۲۱۲۲۲۴۱۰۷۹/اور ۰۰۵۵۲۱۹۳۷۴۸۷۴۶۔ میں نے نماز ظہر اسی مسجد میں پڑھائی، اور دیکھا کہ بمشکل ایک صف بن سکی۔

ریوڈی جینرو بڑے ترقی یافتہ شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ ابوبکر صاحب نے بتایا کہ ''ریو'' کے معنی پرتگیزی زبان میں دریا کے ہیں، اور ''جینرو'' جنوری کے مہینے کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ علاقہ جس میں سمندر ایک دریا کی سی صورت اختیار کرگیا ہے، پرتگالیوں نے جنوری میں دریافت کیا تھا، اس لئے اس کا نام ریوڈی جینرو رکھ دیا گیا جو تقریباً دوصدی تک برازیل کا دارالحکومت رہا ہے، بعد میں جب دارالحکومت کیلئے ایک نیا شہر برازیلیا تعمیر کیا گیا تو دارالحکومت اُدھر منتقل ہوگیا۔ ریو میں قدرتی حسن ساؤپالو سے کہیں زیادہ ہے۔ ہمارا قیام اُس کے ایک خوبصورت ساحلی علاقے میں واقع ونڈسر ہوٹل میں ہوا جہاں بائیسویں منزل کے کمرے سے خم کھاتی ہوئی ساحلی سڑک، اُس کے دائیں جانب اونچی اونچی عمارتیں اور بائیں طرف ساحل سے ٹکراتی ہوئی بحراوقیانوس کی موجیں ہر وقت نظر کے سامنے تھیں۔ ریو میں اور بھی کئی ساحلی علاقے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنا منفرد حسن رکھتا ہے۔ ہر ساحلی علاقے میں سرسبز پہاڑیاں دور تک پھیلی نظر آتی ہیں۔ ابوبکر صاحب ہمیں ایک ساحلی علاقے Pedrada Gava میں لے گئے۔ یہاں سمندر کے کنارے ہر پہاڑی کی ساخت کچھ انوکھی قسم کی ہے۔ کہیں پہاڑی کی چوٹی ایک گنبد کی سی شکل بنائے ہوئے ہے، کہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑی کے اوپر کوئی تاج رکھا ہے۔ ان پہاڑیوں کی چوٹی سے سمندر ایک ہلالی شکل میں نظر آتا ہے، اور اس کے گرد سبزہ وگل سے لدے ہوئے پہاڑ اور وادیاں قدرت کی صناعی کا عجیب منظر پیش کرتی ہیں، فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

ابوبکر صاحب نے گاڑی ہی میں شہر کا ایک چکر بھی لگوایا، اور اُس کی خاص خاص عمارتیں دکھائیں جن میں سے ایک عمارت کے بارے میں جو دور سے عجیب الخلقت نظر آرہی تھی، یہ بتایا کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا فٹ بال اسٹیڈیم ہے۔ یہاں عمارتوں کا انداز بھی کچھ منفرد سا ہے، اور ان کا مجموعی رُوکار ایک ترقی یافتہ مگر انوکھے شہر کا نظارہ کراتا ہے۔

ریوڈی جینرو کی ایک سمندری سڑک

بحرالکاہل کے کنارے پانامہ سٹی کا ایک منظر

پانامہ کینال کا ایک حوض جس میں جہاز کو اوپر یا نیچے کیا جاتا ہے

ٹرینیڈاڈ جزیرے کا ایک منظر

برازیل تو پانامہ جاتے ہوئے میرے راستے کی ایک منزل تھی جہاں قدرے فراغت ذہن کے ساتھ چار دن گذارنے کا موقع ملا، اور یہ چار دن یہاں کے حالات معلوم کرنے اور دنیا کے چھٹے براعظم کے سب سے بڑے ملک کی سیر میں گذر گئے جس میں اس سے پہلے کبھی جانا نہیں ہوا تھا۔

پانامہ میں

۳۰ ذیقعدہ کو، جو اتفاق سے اکتوبر کی بھی ۳۰ تاریخ تھی، میں دن کے ساڑھے بارہ بجے ریوڈی جینرو کے ہوائی اڈے پر ظہر کی نماز پڑھ کر کوپا ائیر لائنز کے طیارے میں پانامہ کیلئے روانہ ہوا۔ یہ ساڑھے چھ گھنٹے کا سفر تھا، کوپا ائیر لائنز پانامہ کی قومی ائیر لائنز ہے، اور وسطی اور جنوبی امریکہ کے ممالک میں اُسکا نیٹ ورک خاصا وسیع ہے، لیکن جہاز چھوٹے اور سروس معمولی درجے کی ہے۔ یہ سفر شمال مغرب کی طرف تھا، ساڑھے چھ گھنٹے کی پرواز کا بڑا حصہ برازیل ہی کی سرزمین پر اُڑتے ہوئے گذرا، اور آخر میں کولمبیا پر پرواز کر کے جہاز وقت سے کچھ پہلے ہی پانامہ سٹی کے ہوائی اڈے پر اُتر گیا۔ یہاں کے وقت کے مطابق اُس وقت شام کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ (یہاں کا وقت برازیل سے ایک گھنٹہ اور پاکستان سے دس گھنٹے پیچھے ہے)

میرے میزبانوں نے ہوائی اڈے پر وی آئی پی لاؤنج کا انتظام کیا ہوا تھا، اس لئے ائیر پورٹ پر کوئی دقت پیش نہیں آئی، اور نماز عصر بھی آرام سے مل گئی۔ ہوائی اڈے کے اندر اور باہر محبت کرنے والوں کا جم غفیر منتظر تھا۔ اور معلوم ہوا کہ جہاز کے وقت سے پہلے پہنچ جانے کی وجہ سے بہت سے لوگ ابھی راستے میں تھے، اور ہوائی اڈے تک پہنچ نہیں پائے تھے۔ ان میں سے اکثر وہ تھے جنہوں نے اس سے پہلے کبھی مجھے نہیں دیکھا تھا، اور میں نے ان کو نہیں دیکھا تھا، لیکن صرف کتابوں اور انٹرنیٹ پر پڑھے اور سنے ہوئے مضامین اور بیانات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں تقریباً پندرہ ہزار کیلومیٹر دور کے ایک شخص کیلئے محبت ڈال دی تھی جو ظاہر ہے کہ حب فی اللہ تھی، اور جانبین کیلئے بڑی سعادت کی بات۔ لیکن ایسے مواقع پر ندامت بھی ہوتی ہے، اور دل دل میں دعا بھی کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس محبت اور حسن ظن کا اہل بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

پانامہ میں میرے داعی اور میزبان جناب سلیم الدین صاحب اور اقبال صاحب تھے، جو اصلاً پاکستانی ہیں، اور عرصۂ دراز سے پانامہ میں تجارت کرتے ہیں، اور یہاں کی دینی سرگرمیوں میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ سلیم الدین صاحب کئی سال سے مجھ سے رابطہ رکھے ہوئے تھے، انہی کے مکان پر قیام ہوا، اور رات گئے تک ان کے گھر میں محبت کرنے والوں کا پُر کیف اجتماع رہا۔ اس کے بعد میں ایک

ہفتہ پانامہ میں مقیم رہا، اور یہ پورا ہفتہ انہی محبت کرنے والوں کے درمیان نہایت مصروف گذرا۔

پانامہ وسطی امریکہ کا آخری ملک ہے جس کے بعد جنوبی امریکہ شروع ہوجاتا ہے۔ یہ ملک تقریباً تیس ہزار مربع میل کے رقبے میں ہے، اور اس کا نقشہ بنایا جائے تو انگریزی کے حرف S کی سی شکل بنتی ہے۔ اس کے مشرق میں بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) ہے، اور مغرب میں بحرالکاہل (Pacific Ocean) پانامہ سٹی جو اس کا دارالحکومت ہے، بحرالکاہل کے کنارے واقع ہے۔ یہ انتہائی سرسبز علاقہ پہاڑوں، سمندروں اور دریاؤں میں گھرا ہوا ہے، اور بحرالکاہل کے کنارے پر خوبصورت اور فلک بوس عمارتوں نے اس کے حسن میں اور اضافہ کردیا ہے۔ پانامہ خط استواء سے بہت قریب ہے، چنانچہ یہاں بارشیں بہت ہوتی ہیں، اور بارہ مہینے موسم ایک جیسا یعنی ہلکا گرم (تقریباً ۲۵ سے ۳۰ درجے تک) رہتا ہے، اور طلوع وغروب کے اوقات میں بھی بہت کم فرق ہوتا ہے، چنانچہ ہمیشہ بارہ گھنٹے کا دن اور بارہ گھنٹے کی رات۔ نمازوں کے اوقات بھی بہت کم بدلتے ہیں۔ کسی زمانے میں پانامہ مختلف غیر متمدن قوموں کا مرکز تھا جنہیں بعد میں امریکی انڈین کا نام دیا گیا۔ سولھویں صدی میں وسطی امریکہ کے دوسرے علاقوں کی طرح اس کو بھی اسپین نے اپنے قبضے میں لیا، اور ۱۸۲۱ء میں یہ علاقہ اسپین سے آزاد ہوکر جنوبی امریکہ کے ملک کولمبیا میں شامل ہوگیا۔ پھر کولمبیا سے آزادی کی بھی کئی تحریکیں چلتی رہیں، اور آخر کار نومبر ۱۹۰۳ء میں اُس نے کولمبیا سے الگ ہوکر ایک مستقل ملک کی حیثیت اختیار کرلی۔ اس دوران یہاں اسپینی لوگ افریقیوں کو غلام بنا کر لائے، اور ان سے زراعت اور دوسرے محنت کے کام لئے، اس لئے یہاں مقامی باشندوں سے زیادہ افریقی نسل کے لوگ، اسپینی اور یورپ اور ایشیا کے مختلف ممالک کے لوگ بھی آکر آباد ہوگئے۔ انیسویں صدی کے آخر میں پانامہ کنال کی تعمیر کے وقت (جس کا تذکرہ انشاء اللہ آگے آنے والا ہے) بنگال اور عرب کے لوگ بھی بڑی تعداد میں یہاں آکر آباد ہوے۔ انہی لوگوں میں مسلمان بھی اچھی خاصی تعداد میں تھے۔

۱۹۲۴ء میں گجرات (ہندوستان) کی اسوات فیملی کے کچھ لوگ یہاں تجارت کیلئے آکر آباد ہوئے، اور دو سال بعد گجرات ہی کے ایک تاجر سلیمان بیکو صاحب نے پانامہ میں سکونت اختیار کی، اور انہوں نے ہی پانامہ میں سب سے پہلی باقاعدہ مسجد تعمیر کی جو اس وقت جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد عربوں اور گجرات کے بہت سے خاندان یہاں آباد ہوتے رہے۔ سلیمان بیکو صاحب نے پانامہ میں مسجدوں کی تعمیر اور مکتبوں کے قیام میں بڑا حصہ لیا۔ ۱۹۸۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اب پانامہ کی تیس لاکھ کی آبادی میں تقریباً ساڑھے چار ہزار

مسلمان ہیں جن میں گجراتی مسلمانوں کی تعداد پانامہ سٹی میں زیادہ ہے، اور عربوں کی تعداد پانامہ کے دوسرے شہر کولون میں زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ پاکستانی مسلمانوں کی تعداد میں بھی اب اضافہ ہورہا ہے۔ پورے ملک میں کل نو مسجدیں ہیں، جن میں سے دو بڑی مسجدیں پانامہ سٹی میں ہیں۔ ایک جامع مسجد اور دوسری مدینہ مسجد۔ دونوں مسجدیں بڑی شاندار ہیں، اور ان کے مینار دور سے نظر آتے ہیں۔ میری قیام گاہ سے قریب تر مدینہ مسجد تھی جس میں بیشتر نمازیں پڑھنے کا اتفاق ہوا، اور میرے قیام کے دوران ہر رات عشاء کے بعد انہی دو مسجدوں میں سے کسی نہ کسی میں میرا بیان ہوتا رہا۔ یہ بات واضح طور پر نظر آئی کہ ماشاء اللہ یہاں کے مسلمانوں نے اپنے دینی تشخص کو برقرار رکھنے کی قابل تعریف کوشش کی ہے۔ مسجدوں میں حاضری بھی اچھی ہوتی ہے، اور ہر بیان میں لوگ بڑے شوق وذوق کے ساتھ دور دور سے سفر کرکے شریک ہوئے۔

ماشاء اللہ یہاں کئی باقاعدہ علماء لوگوں کی دینی رہنمائی کیلئے موجود ہیں۔ ان میں سب سے بڑے اور مقتدر عالم مفتی عبدالقادر صاحب ہیں جو ڈابھیل کے مدرسے سے پڑھے ہوئے ہیں، اور یہاں کے مسلمانوں کی رہنمائی میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے، اور ماشاء اللہ ان کی بات کو سب دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں، اور یہاں مسلمانوں میں دینی فضا پیدا کرنے اور برقرار رکھنے میں ان کا کردار قابل تعریف ہے۔ کئی نوجوان علماء برطانیہ کے دارالعلوم بری یا لیسٹر میں حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب کے مدرسے سے فارغ التحصیل ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں نے انہی علماء کی مدد سے شہر سے دور ایک جگہ پر ایک دارالعلوم بھی قائم کیا ہے جس کے معائنے کا بھی اتفاق ہوا۔ اس مدرسے میں فی الحال اردو، دینیات، عربی زبان، تاریخ اسلام، ابتدائی فقہ اور تجوید کی تعلیم دی جارہی ہے، اور درجہ بدرجہ اس کو آگے بڑھایا جارہا ہے۔ اس وقت اس میں بیالیس طالب علم مقیم ہیں جن میں سے ایک طالب علم جنوبی امریکہ کے ملک چلی اور ایک وینیز ویلا کا بھی ہے۔ اساتذہ میں ماشاء اللہ اچھ کے ساتھ کام کرنے کا جذبہ محسوس ہوا۔ مولانا افضل پٹیل صاحب نوجوان عالم ہیں، اور مطالعے اور تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں، وہ میرے ساتھ زیادہ رہے، اور ان کی تمام تر گفتگو کسی نہ کسی مسئلے سے متعلق ہی رہی۔ اس سے اندازہ ہوا کہ ان میں علم کی وہ لگن ہے جو ترقی کی کلید ہوا کرتی ہے۔ دوسرے بعض اساتذہ میں بھی اسی قسم کا جذبہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ یہ حضرات اپنے معاشرے کے مسائل کے بارے میں بھی فکرمند نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت اور ترقی عطا فرمائیں۔ آمین۔

ایک مدرسہ طالبات کیلئے بھی شہر کے وسط میں قائم ہے، وہاں بھی حاضری ہوئی، اور اُن کے

نصاب اور نظام کو دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ اُس میں مسلمان بچیوں کی تعلیم کا بہت اچھا نظام موجود ہے، کچھ عالم خواتین ہندوستان کے طالبات کے مدارس سے پڑھکر یہاں تعلیم دے رہی ہیں، اور کچھ مرد اساتذہ پردے کے اہتمام کے ساتھ طالبات کو پڑھاتے ہیں۔

جن ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ بچوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ یہ بچے اگر ملک کے عام تعلیمی اداروں میں تعلیم پاتے ہیں تو وہاں کا نصاب و نظام، اور اس سے بھی بڑھکر وہاں کا ماحول ان کی دینی نشو ونما کیلئے زہر قاتل کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے جب کبھی ان ملکوں میں جانا ہوتا ہے تو میں وہاں کے مسلمانوں سے یہ اپیل ضرور کرتا ہوں کہ وہ اپنی نئی نسل کے تحفظ کیلئے خود اپنے ایسے تعلیمی ادارے قائم کریں جن میں مروجہ علوم کے ساتھ انہیں ضروری دینی معلومات بھی فراہم کی جائیں، اور اس کے ساتھ اسکول کا مجموعی ماحول اور وہاں کی عام فضا میں بھی اسلامی رنگ ہو جو مغربی دنیا کی نا قابل برداشت خصوصیات سے بچوں کو محفوظ رکھ سکے۔ پانامہ میں بھی میں نے مختلف خطابات میں اس طرف اپنے بہن بھائیوں کو توجہ دلائی، اور پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اسی فکر کے تحت یہاں بچھ مسلمانوں نے ایک مسلم اسکول کی بنیاد ڈالی ہے۔ اُس کے ذمہ دار حضرات نے اس اسکول میں بھی دعوت دی، اور وہاں بھی حاضری ہوئی، لیکن وہاں کا نظام اور ماحول دیکھکر اور ذمہ داروں سے بات کر کے یہ اندازہ تو ہوا کہ ان حضرات کو اس مسئلے کی اہمیت کا احساس ہے، لیکن ساتھ ہی یہ احساس بھی ہوا کہ اسکول کو مطلوبہ معیار پر لانے اور اس سے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کیلئے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ بعد میں یہاں کے بااثر حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی بنانے پر بھی اتفاق ہوا جو اسکول کے ذمہ دار حضرات سے مل کر اس کے نصاب و نظام کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔

پانامہ کے دو ہی بڑے شہر ہیں، ایک پانامہ سٹی جو بحر الکاہل کے کنارے آباد ہے، اور دوسرا کولون جو بحر اوقیانوس کے کنارے واقع ہے۔ کولون فری پورٹ ہونے کی وجہ سے خالص تجارتی شہر ہے، اور مسلمانوں کی بھی ایک بڑی تعداد یہاں تجارت میں مشغول ہے جن میں بھاری تعداد عربوں کی ہے جنہوں نے یہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کی ہوئی ہے۔ مسجد کے امام وخطیب ایک مصری عالم ہیں۔ میرے میزبان سلیم الدین صاحب وغیرہ کی خواہش تھی کہ میں اس مسجد میں بھی خطاب کروں، اور چونکہ یہاں سامعین اکثر عرب ہیں، اس لئے یہ خطاب عربی میں ہو۔ ان کے ذریعے جب امام صاحب کو میری آمد کا علم ہوا تو انہوں نے ٹیلی فون پر مجھے جمعہ کے خطاب کی دعوت دی۔ پانامہ سٹی سے احباب کی ایک بڑی جماعت کاروں کے ایک قافلے کی شکل میں کولون کیلئے روانہ ہوئی، اور تقریباً دو گھنٹے کے سفر کے

بعد ہم کولون پہنچے تو جمعہ کا وقت قریب تھا۔ اس علاقے میں اونچے میناروں والی یہ خوبصورت مسجد دیکھکر دل خوش ہوا۔ امام صاحب پہلے سے منتظر تھے۔ یہاں جمعہ سے پہلے میرا عربی میں خطاب ہوا۔ عربوں کی مساجد میں یہ عربی تقریر ہی جمعہ کا خطبہ بھی ہوتی ہے۔ یہ چونکہ ایک تجارتی شہر ہے، اور اس میں تقریباً سب تاجر حضرات رہتے ہیں، اس لئے میرے خطاب کا بنیادی موضوع یہ تھا کہ ایک مسلمان تاجر کی کیا ذمہ داریاں ہیں، اور ایک مسلمان کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ تجارتی مفادات کی دوڑ میں یہ بھول جائے کہ وہ کیوں اس دنیا میں آیا تھا؟ قرآن کریم نے بار بار مسلمانوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ ان کی مال و دولت انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے۔ اسی طرح ایک مسلمان کا فریضہ صرف اتنا نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان بنالے، بلکہ اُس کے ذمے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی دینی تربیت کا بھی انتظام کرکے انہیں دوزخ کی طرف جانے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ لہٰذا میں نے درخواست کی کہ ہر مسلمان اپنی روزانہ کی مصروفیات میں کچھ وقت اس کام کیلئے نکالے کہ سب گھر والے دین کی ضروری معلومات سے باخبر ہوں، اور ان کے دلوں میں آخرت کی فکر پیدا ہو۔ اس مسجد میں برصغیر کے کسی شخص کی یہ پہلی تقریر تھی۔ الحمدللہ! یہ گذارشات توجہ سے سنی گئیں۔ امام صاحب کی فرمائش پر جمعہ کی نماز بھی میں نے پڑھائی۔ نماز کے بعد مسجد کے ساتھ ملحق اسلامی مرکز کی کارگذاری سے بھی آگاہ کیا گیا، کچھ مقامی فقہی مسائل پر بھی گفتگو ہوئی، اور ان حضرات نے بڑی محبت اور اکرام کا معاملہ فرمایا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیرا۔

پانامہ کینال

پانامہ کی ایک اہم خصوصیت جو عالمی شہرت رکھتی ہے، پانامہ کینال ہے، جسے دنیا کے عجائب میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔ اس ملک میں آنے کے بعد یہ عجوبہ دیکھے بغیر جانا بڑی بدذوقی ہوتی، اس لئے میرے میزبانوں نے کینال دکھانے کا انتظام بھی پروگرام میں شامل کیا ہوا تھا۔ جناب اسلم پٹیل صاحب میرے قیام کے دوران اکثر اوقات بڑی محبت سے میرے ساتھ رہے تھے، وہی ہمیں اس کینال کے نظارے کیلئے لے گئے۔

اگر آپ دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں تو دنیا کے دو بڑے سمندروں بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل کے درمیان شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ کے دو بڑے براعظم حائل ہیں، اور اس طرح دونوں سمندروں کے درمیان زیادہ تر مقامات پر سینکڑوں اور بعض جگہوں پر ہزاروں میل کا فاصلہ ہے۔ لیکن شمالی اور جنوبی امریکہ کے درمیان خشکی کی ایک پتلی سی بل کھاتی ہوئی پٹی نظر آتی ہے جو شمال سے جنوب کی طرف جاتے ہوئے بتدریج پتلی ہوتی گئی ہے۔ یہ میکسیکو سے شروع ہوتی ہے، اور پانامہ پر ختم ہوکر

جنوبی امریکہ کے براعظم سے مل جاتی ہے۔اس خشک پٹی پر جا کر بحراوقیانوس اور بحرالکاہل کا درمیانی فاصلہ کم ہوگیا ہے، اور پانامہ میں ایک مقام پر یہ فاصلہ صرف پچاس میل رہ گیا ہے۔ بیسویں صدی سے پہلے اگر کوئی سمندری جہاز امریکہ کے مشرقی جانب سے مغرب کے کسی ملک جانا چاہتا تو اُسے اس چھوٹے سے خشک فاصلے کی وجہ سے پورے جنوبی امریکہ کا چکر لگا کر ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا، تب وہ امریکہ کے مغربی ساحل تک پہنچ پاتا تھا۔ جن ملکوں کو امریکہ کے مغرب میں تجارتی سفر کرنے پڑتے تھے، ان کے دل میں خیال آیا کہ اگر اس پچاس میل کی خشک پٹی کو کسی طرح جہاز رانی کے قابل پانی میں تبدیل کردیا جائے تو بحراوقیانوس سے براہ راست بحرالکاہل میں اُترنے کا آسان راستہ نکل آئیگا۔ اُس وقت پانامہ کا علاقہ کولمبیا کے ماتحت تھا۔ ۱۸۶۹ء میں فرانس کے ایک انجینئر فرڈینڈ نے بحراحمر اور بحرمتوسط کو ملانے کیلئے نہر سویز تعمیر کی تھی (جو آج کل مصر کے پاس ہے)۔اس کامیابی کو مدنظر رکھتے ہوئے کولمبیا کی حکومت نے ۱۸۷۸ء میں فرانس کی ایک کمپنی کو یہ علاقہ جہاں دونوں سمندروں کے درمیان نہر بنائی جاسکتی تھی، ننانوے سال کی لیز پر دیکر اُسے نہر تعمیر کرنے کا حق (concession) دیا، اس کمپنی نے فرڈینڈ کی مدد سے ۱۸۸۴ء میں اس علاقے میں کام شروع کیا جس میں سترہ ہزار مزدور کھدائی پر مامور کئے گئے۔ یہ مزدور زیادہ تر ویسٹ انڈیز کے تھے، لیکن یہ منصوبہ جس کیلئے انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کو کام پر لگایا گیا تھا، اور جس میں نہر سویز کی کامیابی کے پیش نظر فرانس کے بڑے بڑے سرمایہ داروں نے کمپنی کے حصص خرید کر اندھا دھند سرمایہ لگا دیا تھا، آخر کار ناکام ہوا۔ اس لئے کہ یہ علاقہ جس میں کام ہو رہا تھا، نہر سویز کی طرح خشک علاقہ نہیں تھا، یہاں بارشیں بہت ہوتی تھیں، اور چند گھنٹوں کی بارش مہینوں کے کام کو تہس نہس کرڈالتی تھی، دوسرے اس علاقے میں زرد بخار (Yellow Fever) کی وبائیں بار بار پھوٹتیں، اور کام کرنے والوں کی جان لے لیتیں، یہاں تک کہ یہاں چھ ہزار سے زائد انسانوں کو دفن کرنا پڑا، اور آخر کار اس فرانسیسی کمپنی نے ہتھیار ڈال کر کام بند کردیا۔

۱۹۰۳ء میں پانامہ کولمبیا سے آزاد ہوکر ایک مستقل ملک بن گیا، لیکن دونوں سمندروں کو ملانے کی کوشش فرانس کی ناکامی پر ختم نہیں ہوئی، بلکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے ۱۹۰۶ء میں پانامہ کی حکومت سے ایک معاہدے کے تحت یہاں نہر تعمیر کرنے کیلئے متعلقہ زمین لیز پر حاصل کی، اور فرانسیسی تجربے کی ناکامی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نیا منصوبہ بنایا۔ فرانسیسی کمپنی کا منصوبہ یہ تھا کہ یہاں ایک خندق کھود کر دونوں سمندروں کے پانی ایک دوسرے میں مدغم کردیئے جائیں، لیکن چونکہ یہ منصوبہ ناکام ہوا، اس لئے امریکہ نے ایک اور پلان بنایا، اور وہ یہ کہ دونوں سمندروں کو مدغم کرنے کے

بجائے یہاں میٹھے پانی کی ایک مصنوعی نہر تعمیر کی جائے۔ اس علاقے میں ایک قدرتی دریا (Chagres River) پہلے سے موجود تھا، امریکیوں نے اس دریا پر بند باندھ کر ایک مصنوعی نہر تعمیر کی۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ جس علاقے میں یہ نہر تعمیر کی گئی، وہ دونوں سمندروں کی سطح سے چھبیس میٹر بلند تھا، لہٰذا جہاز اگر بحر اوقیانوس میں ہے تو اُسے اس نہر میں لانے کیلئے چھبیس میٹر اونچا کیسے کیا جائے، اور جب وہ نہر عبور کر کے بحر الکاہل کے پاس پہنچے تو اُسے نیچے کر کے سمندر کی سطح تک کیسے لایا جائے؟ یہی مسئلہ ان جہازوں کیلئے بھی تھا جو بحر الکاہل سے بحر اوقیانوس میں جانا چاہیں۔ اس مسئلے کا جو حل نکالا گیا وہی پانامہ کینال کا عجوبہ سمجھا جاتا ہے۔ حل یہ نکالا گیا کہ جب جہاز بحر اوقیانوس میں اُس جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں سے نہر شروع ہوتی ہے تو وہاں اُسے ایک ایسے لمبے چوڑے حوض میں داخل کر دیا جاتا ہے جس کے دونوں طرف بڑے مضبوط گیٹ لگے ہوئے ہیں۔ جب سمندر سے جہاز اس حوض میں آجاتا ہے تو دونوں گیٹ بند کر دیئے جاتے ہیں، اور اُس حوض میں اتنا پانی بھرا جاتا ہے کہ وہ نہر کی سطح کے برابر ہو جائے، اس نئے پانی کے سہارے جہاز خود بخود بلند ہو کر نہر کی سطح پر پہنچ جاتا ہے۔ اُس وقت نہر کی طرف کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور جہاز نہر عبور کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ بحر الکاہل کے قریب پہنچتا ہے تو وہاں پھر ایک حوض میں داخل ہوتا ہے جو داخلے کے وقت نہر کی سطح کے برابر اور سمندر کی سطح سے بلند ہوتا ہے۔ یہاں دونوں طرف کے گیٹ بند کر کے اُس حوض سے پانی نکالا جاتا ہے، جس کے ذریعے جہاز نیچے جانا شروع ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ سمندر کی سطح پر آجاتا ہے تو سمندر کی طرف کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور جہاز بحر الکاہل میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاز کے کبھی اوپر اور کبھی نیچے ہونے کا یہ عمل تین مختلف مقامات پر تین مرحلوں میں مکمل ہوتا ہے، اور ہر مرحلے پر وہ کسی بڑے حوض میں داخل ہو کر پانی بھرنے یا نکلنے کا انتظار کرتا ہے جس کے ذریعے اُس کی سطح اونچی یا نیچی ہوتی رہتی ہے۔ ان تینوں مراحل سے ہر اُس جہاز کو گذرنا پڑتا ہے جو بحر اوقیانوس سے بحر الکاہل میں جانا چاہتا ہو، یا بحر الکاہل سے بحر اوقیانوس میں۔ اس طرح پچاس میل کا یہ فاصلہ اس مصنوعی نہر کے ذریعے اوسطاً چوبیس سے تیس گھنٹے میں طے ہو جاتا ہے، حالانکہ اگر یہ نہر نہ ہوتی تو دوسرے سمندر تک پہنچنے کیلئے اُسے پورے جنوبی امریکہ کا چکر لگا کر تقریباً ایک مہینہ خرچ کرنا پڑتا۔

چونکہ یہ نہر جس کا افتتاح نومبر ۱۹۱۴ء میں ہوا، امریکہ نے خاص معاہدے کے تحت بنائی تھی، اس لئے وہی ۱۹۹۹ء تک اُس پر قابض رہا۔ گذرنے والے تمام جہازوں سے نہر کے استعمال کی بھاری فیس وہی وصول کرتا، اور پانامہ کو معمولی رائلٹی دیتا تھا۔ پانامہ کی حکومت اور امریکہ کے درمیان

اس نہر پر کنٹرول کے سلسلے میں عرصے تک تنازعہ چلتا رہا، یہاں تک کہ ایک موقع پر دونوں ملکوں نے سفارتی تعلقات بھی توڑ لئے، اور پھر مصالحتی کوششوں کے نتیجے میں امریکہ کو قبضہ چھوڑنے کیلئے ۱۳ دسمبر ۱۹۹۹ء کی حتمی تاریخ دیدی گئی، اور اُس کے بعد سے یہ نہر پانامہ ہی کے کنٹرول میں ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک جہاز سے نہر عبور کرنے کا کرایہ دولاکھ ڈالر وصول کیا جاتا ہے۔اس طرح یہ طلسماتی گذرگاہ پانامہ کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

سیاحوں کو اس نہر میں جہازوں کے اوپر اُٹھنے اور نیچے جانے کا یہ عمل دکھانے کیلئے نہر کے بیچ والے حوض کے اوپر ایک پلیٹ فارم بنادیا گیا ہے، جہاں سے نہر کا منظر بھی دور تک نظر آتا ہے، اور وہ حوض بالکل سامنے ہوتے ہیں جن میں جہازوں کو دونوں طرف سے بند لگا کر اوپر اُٹھایا جاتا ہے، یا نیچے لایا جاتا ہے۔ ہمارے سامنے ایک جہاز اس حوض میں آیا جس کی سطح نہر کے اگلے حصے سے نیچی تھی، حوض میں کھڑے ہونے کے بعد دونوں طرف کے دروازے بند کردیئے گئے، اور حوض میں کئی نالوں کے ذریعے پانی بھرنا شروع کیا گیا، تقریباً آدھے گھنٹے میں دیکھتے ہی دیکھتے حوض کی سطح بلند ہوئی، اور اُس کے ساتھ ہی جہاز اوپر اٹھتا چلا گیا، یہاں تک کہ وہ نہر کے اگلے حصے کے برابر آ گیا، اس موقع پر اُس طرف کا دروازہ کھول دیا گیا، اور جہاز پھر روانہ ہوگیا۔ یہاں ایک میوزیم بھی بنایا گیا ہے جس میں اس نہر کی پوری تاریخ بتائی گئی ہے، اور ایک مقام پر سیاحوں کو ایک جہاز کے ماڈل میں سوار کرکے مصنوعی طور پر اُسے نہر سے گذارنے اور جہاز کو اوپر اور نیچے لانے کا عمل دکھایا جاتا ہے، اور انسان ایسا محسوس کرتا ہے کہ وہ خود جہاز کے ذریعے اس عمل میں شریک ہے۔

پانامہ انتہائی سرسبز ملک ہے، اور خودرو درختوں کے جنگلوں میں بسا ہوا ہے۔ برازیل کی طرح یہاں بھی آم اور دوسرے پھلوں کے درخت جگہ جگہ خود اُگے ہوئے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بہت ہیں۔ ایک علاقے میں بہت اونچے اور ٹھنڈے پہاڑ بھی ہیں۔ ایک طرف بحر اوقیانوس اور دوسری طرف بحرالکاہل سے نکلی ہوئی چھوٹی چھوٹی خلیجیں سرسبز پہاڑوں کے درمیان سے جھانکتی نظر آتی ہیں۔ ساحلی علاقے بھی بہت سے ہیں۔ انہی علاقوں میں سے ایک علاقہ سانتا کلارا کہلاتا ہے۔ ہمارے میزبانوں نے یہاں ایک خوبصورت بنگلے میں ایک رات گذارنے کا پروگرام بھی رکھا تھا۔ یہ بنگلہ ان ہی سلیمان بیکو صاحب مرحوم کی اہلیہ کا ہے جنہوں نے پانامہ میں سب سے پہلی مسجد تعمیر کی تھی، اور جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ انہوں نے بڑی محبت سے یہاں ہمیں ایک دن ٹھہرنے کی

دعوت دی تھی۔ چنانچہ احباب کے ایک اچھے خاصے قافلے کے ساتھ ہم یہاں پہنچے۔ یہ کشادہ اور خوبصورت بنگلہ ساحل سمندر کے سامنے بلندی پر واقع ہے، اور یہاں سے بحرالکاہل کی نیلگوں موجوں کا منظر نہایت دلآویز ہے۔ بحرالکاہل دنیا کا سب سے بڑا اور سب سے گہرا سمندر ہے جو مشرق سے مغرب تک نہ جانے کتنے ملکوں میں پھیلا ہوا ہے، میں نے سب سے پہلے اس کا نظارہ انڈونیشیا اور ملائیشیا میں کیا تھا، پھر سان فرانسسکو اور لاس اینجلز میں، پھر جاپان میں، اور اُس کے بعد آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں۔ اور اب پانامہ میں بھی وہی سمندر سامنے تھا۔ ہزاروں میل میں پھیلا ہوا یہ سمندر صدیوں سے قرآن کریم کی اس آیت کی یاد دلا رہا ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْماً طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (النحل ۱۴)

"اور وہی ہے جس نے سمندر کو کام پر لگایا، تاکہ تم اُس سے تازہ گوشت کھاؤ، اور اُس سے وہ زیورات نکالو جو تم پہنتے ہو۔ اور تم دیکھتے ہو کہ اُس میں کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں، تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ شکر گذار بنو۔"

یک پر کیف رات سمندر کے کنارے گذارنے کے بعد اگلے دن ہماری واپسی ہوئی، اور اس واپسی کے دوران بھی کئی پروگرام نمٹاتے ہوئے ہم پانامہ سٹی پہنچے، اور اگلے دن پیر ۲۰ شوال ۱۴۲۹ھ (۲۰ راکتوبر ۲۰۰۸ء) کی صبح ہمیں ٹرینیڈاڈ روانہ ہونا تھا۔ یہ ایک ہفتہ محبت کرنے والوں کے درمیان پلک جھپکتے گذر گیا، لیکن ان احباب کے خلوص ومحبت کی بنا پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے ساتھ سالہا سال کی رفاقت ہے۔ رخصت کے وقت تک ائیر پورٹ پر بھی ان حضرات کا مجمع موجود تھا جس نے محبت بھرے جذبات کے ساتھ ہمیں الوداع کہا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو دین ودنیا کی صلاح وفلاح سے نوازیں، اور اس محبت کو خالص لوجہ اللہ قرار دیکر جانبین کو اس کی برکات سے سرفراز فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

(جاری ہے)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی

ستّر کے عدد والی احادیث

(قسط نمبر ۳)

کامل نظامِ دین کے قیام کی مدت ستر سال

۱۸۔ عن عبدالله بن مسعود عن النبی صلی الله علیه وسلم قال "تدور رحی الاسلام لخمس وثلاثین او ست و ثلاثین او سبع وثلاثین فان یهلکوا فسبیل من هلک وان یقم لهم دینهم یقم لهم سبعین عاماً" قلت امما بقی او مما مضی؟ قال "مما مضی"۔ رواہ ابوداؤد (مشکوۃ کتاب الفتن ص: ۴۶۵)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اسلام کی چکی پینتیس برس یا چھتیس برس یا سینتیس برس تک گھومتی رہے گی پھر اگر لوگ ہلاک ہوں گے تو اس راستے پر چلنے کی وجہ سے ہلاک ہوں گے جس پر چل کر پہلے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں اور اگر ان کے دین کا نظام کامل و برقرار رہا تو ان کے دینی نظام کی تکمیل و برقراری کا وہ سلسلہ ستر سال تک رہے گا'' (حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے یہ سن کر پوچھا کہ یہ ستر برس بقیہ میں سے ہوں گے یا اس عرصہ سمیت ہوں گے جو گذرا؟ حضور ﷺ نے فرمایا (یہ مذکورہ سال بھی ان ستر سالوں میں شامل ہیں اور) ستر سال کا عرصہ اُس عرصے سمیت ہے جو (اسلام کے ابتدائی زمانہ یا ہجرت کے وقت سے اب تک) گزر چکا ہے''۔

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ دین اسلام کا نظام ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال صحیح طور پر قائم رہے گا، ظلم و ستم اور فتنوں سے محفوظ رہے گا اس کے بعد فتنوں کا آغاز ہوگا چنانچہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے اور ۳۶ھ میں جنگ جمل ہوئی اور ۳۷ھ میں جنگ صفین ہوئی اور حدیث میں جو فرمایا ''پھر اگر لوگ ہلاک ہوں گے'' الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ سالوں میں دین کے اخلاقی و سیاسی

نظام میں استحکام کے بعد اگر لوگ اپنے دینی معاملات میں اختلاف و انتشار کا شکار ہوں گے اور دین و آخرت کے امور میں سستی میں مبتلا ہو کر گناہ و معصیت کا ارتکاب کرنے لگیں گے تو سمجھو کہ وہ اس خطرناک راستے پر پڑ گئے ہیں جس پر چل کر پچھلی امتوں کے لوگوں نے تباہی مول لی تھی، چنانچہ پچھلی امتوں کے لوگ اسی لئے تباہ و برباد اور ہلاک کر دیئے گئے تھے کہ انہوں نے کجروی اختیار کر لی تھی، حق سے دور ہٹ گئے تھے، شرعی احکام اور اپنے دینی معاملات میں اختلاف و انتشار کا شکار ہو گئے تھے، اور اپنے دین پر عمل کرنے اور اپنے پیغمبر کی تعلیمات کو ماننے میں سستی و کوتاہی اور لاپرواہی برتنے لگے تھے اور گناہ و معصیت سے اجتناب نہیں کرتے تھے۔ واضح رہے کہ جو چیزیں انسان کی ہلاکت و تباہی کا سبب بنتی ہیں اور جن کو اختیار کر کے کوئی شخص ہلاکت میں مبتلا ہوتا ہے اس حدیث میں ان ہی اسباب کو ''ہلاکت'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

بنواسحاق کے ستر ہزار افراد کی بغیر جنگ کے فتح

۱۹۔ عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال: "هل سمعتم بمدينة جانب منها فی البر وجانب منها فی البحر؟" قالوا: نعم يا رسول الله ﷺ، قال: "لاتقوم الساعة حتى يغزوها سبعون الفاً من بنی اسحاق فاذا جاؤوها نزلوا فلم يقاتلوا بسلاح ولم يرموا بسهم" قالوا: لا اله الا الله والله اكبر فيسقط احدجانبيها ثم يقولون الثانية لا اله الا الله والله اكبر فيسقط جانبها الآخر ثم يقولون الثالثة لا اله الا والله اكبر فيفرج لهم فيدخلونها فيغنمون فبيناهم يقتسمون المغانم اذجاء هم الصريخ فقال ان الدجال قدخرج فيتركون كل شیء و يرجعون۔ رواه مسلم (مشكوٰة كتاب الفتن ص:۴۶۷)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے (صحابہؓ) سے پوچھا کہ کیا تم نے کسی ایسے شہر کے بارے میں سنا ہے جس کے ایک طرف سمندر ہے اور ایک طرف خشکی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! (ہم نے اس شہر کا ذکر سنا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ستّر ہزار آدمی اس شہر کے لوگوں سے جنگ نہ کرلیں گے، چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے وہ لوگ (جب جنگ کے ارادے سے) اس شہر میں آئیں گے تو (اس شہر کے نواحی علاقے میں) پڑاؤ ڈالیں گے (اور پورے شہر کا محاصرہ کرلیں گے) لیکن وہ لوگ شہروالوں سے ہتھیاروں کے ذریعے

جنگ نہیں کریں گے اور نہ ان کی طرف تیر پھینکیں گے بلکہ **لا الہ الا اللہ واللہ اکبر** کا نعرہ بلند کریں گے اور شہر کے دو طرف کی دیواروں میں سے ایک طرف کی دیوار گر پڑے گی'' پھر وہ لوگ دوسری مرتبہ **لا الہ الا اللہ واللہ اکبر** کا نعرہ بلند کریں گے تو شہر کی دوسری جانب کی دیوار بھی گر پڑے گی، اس کے بعد وہ لوگ تیسری مرتبہ **لا الہ الا اللہ واللہ اکبر** کا نعرہ بلند کریں گے تو ان کے لئے شہر میں داخل ہونے کا راستہ کھل جائے گا اور وہ شہر میں داخل ہوجائیں گے پھر وہ مال غنیمت جمع کریں گے اور ابھی اس مال غنیمت کو آپس میں تقسیم کر رہے ہوں گے کہ اچانک ان کو یہ آواز سنائی دے گی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ دجال نکل آیا، یہ آواز سنتے ہی وہ سب کچھ چھوڑ کر دجال سے لڑنے کیلئے لوٹ جائیں گے۔

تشریح:۔ اس حدیث میں جس شہر کا ذکر ہے ایک قول کے مطابق اس سے وہ شہر مراد ہے جو روم کے علاقہ میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس شہر سے قسطنطنیہ مراد ہے جس کو آج کل استنبول کہا جاتا ہے جو ترکی میں ہے، قیامت کے قریب یہ کافروں کے قبضہ میں ہوگا اور مسلمان اس کو فتح کریں گے اور ان کے فتح کا ظاہری سبب ہتھیاروں کی لڑائی نہ ہوگی بلکہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا نعرہ ہوگا۔

حدیث میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے مراد وہ مسلمان ہیں جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے۔

دجال کے تابعدار ستر ہزار یہودی ہوں گے

۲۰۔ عن انس عن رسول اللّٰہ ﷺ قال "یتبع الدجال من یهود اصفهان سبعون الفاً علیهم الطیالسة" رواہ مسلم (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب العلامات بین یدی الساعة ص ۴۷۵)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجّال کی اطاعت و پیروی اختیار کریں گے جن کے سروں پر طیلسائیں ہوں گی''۔

تشریح:۔ ''اصفہان'' ایران کے ایک مشہور شہر کا نام ہے، ''طیلسان'' عرب میں ایک مشہور کپڑے کا نام ہے جو چادر کی صورت میں ہوتا ہے۔ (مرقاۃ)

حضور ﷺ کی امت کے ستّر ہزار افراد دجال کے پیروکار ہوں گے

۲۱۔ عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ ﷺ "یتبع الدجال من امتی سبعون الفاً علیهم السیجان" رواه فی شرح السنة (مشکوٰة کتاب الفتن ص:۴۷۷)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا" میری امت میں سے ستر ہزار افراد کہ جن کے سروں پر سیجان پڑے ہوں گے، دجال کی اطاعت اختیار کرلیں گے"۔

تشریح:۔" سیجان" اصل میں ساج کی جمع ہے اور ساج بھی طیلسان کی طرح سبز یا سیاہ چادر کو کہتے ہیں۔" میری امت" میں امت سے مراد صحیح قول کے مطابق آپ کی امت کے غیر مسلم ہیں جیسا کہ پیچھے ایک حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ دجال کی اطاعت کرنے والے ستر ہزار لوگ اصفہان کے یہودی ہوں گے۔ (مرقاۃ)

مدینہ منورہ کے سات دروازے

۲۲۔ عن ابی بکرة: عن النبی ﷺ قال لایدخل المدنیة رعب المسیح الدجال لها یومئذ سبعة ابواب علی کل باب ملکان۔ رواه البخاری (مشکوٰة ص۴۷۵، ۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا (دجال تو کیا) دجال کا خوف بھی مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوگا، اس دن مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو فرشتے (پہرہ دے رہے) ہوں گے۔ (بخاری)

دجال کا گدھا

۲۳۔ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال یخرج الدجال علی حمار اقمر مابین اذنیه سبعون باعا۔ رواه البیقهی (مشکوٰة ص۴۷۷، ۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا دجال نہایت سفید رنگ کے گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا جس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر باع کا فاصلہ ہوگا۔ (بیہقی)

تشریح:۔ یعنی دجال کا گدھا ایک تو نہایت سفید ہوگا دوسرے اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر باع کا فاصلہ ہوگا اور ایک باع یہ ہے کہ انسان اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان جو فاصلہ ہے اس کو باع کہتے ہیں۔

میدانِ قیامت میں ستر گز پسینہ بہنا

۲۴۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ "يعرق الناس يوم القيامة حتى يذهب عرقهم فی الارض سبعين ذراعا ويلجمهم حتى يبلغ آذانهم" متفق عليه (باب الحشر ص:۴۸۳)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قیامت کے دن (میدان حشر میں حساب و کتاب کی ابتداء ہوگی اور نامہ اعمال کھلنے شروع ہوں گے تو) لوگوں کو پسینہ آئے گا اور وہ پسینہ اس قدر بہے گا کہ زمین کے اندر ستر گز تک چلا جائے گا اور ان کے لئے لگام بن جائے گا یہاں تک کہ اُن کے کانوں تک پہنچ جائے گا یعنی وہ پسینہ ان کے منہ تک پہنچ کر لگام کی طرح ان کے منہ کو جکڑ لے گا کہ وہ بات چیت کرنے پر بھی قادر نہیں ہو سکیں گے۔

تشریح:۔ اس حدیث مبارکہ کی وضاحت ایک دوسری حدیث میں آئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو جو پسینہ آئے گا وہ ان کے اعمال کے مراتب کے بقدر ہوگا چنانچہ سب سے کم پسینہ ان لوگوں کو ہوگا جن کے اعمال بہت زیادہ اور اچھے ہوں گے اور وہ لوگ صرف ٹخنوں تک پسینے میں شرابور ہوں گے اسی پر دوسروں کو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جس شخص کے نیک اعمال جتنے کم اور برے اعمال جتنے زیادہ ہوں گے وہ اتنا ہی زیادہ پسینے میں غرق ہوگا۔

ستّر ہزار بغیر حساب و کتاب جنت میں جانے والے

۲۵۔ عن ابی امامة قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول: وعدنی ربی ان يدخل الجنة من امتی سبعين الفاً لا حساب عليهم ولا عذاب مع كل الف سبعون الفاً وثلاث حثيات من حثيات ربی. رواه احمد والترمذی وابن ماجه (باب الحساب والقصاص والميزان ص:۴۸۶)

ترجمہ:۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگوں کو حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل کریں گے اور (ان ستر ہزار میں سے) ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار ہوں گے اور میرے پروردگار کے چلّوؤں

میں سے تین چلو بھر کر لوگ جنت میں جائیں گے۔

تشریح:۔ ''حساب وکتاب کے بغیر'' جنت میں جانے سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس سخت حساب کے مرحلہ سے گزرنا نہیں پڑے گا جس میں سخت پوچھ گچھ سے دوچار ہونے کی وجہ سے بندہ عذاب میں مبتلا ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اور ستر ہزار سے اور تین چلوؤں سے کثرت مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی امت میں سے بیشمار لوگوں کو بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں بھی ان میں شامل فرمادیں۔ آمین۔

ستّر ہزار اہل جنت کا کھانا

۲۶۔ عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: تکون الأرض یوم القیامة خبزة واحدة یتکفؤھا الجبار بیدہ کما یتکفأ أحدکم خبزته فی السفر نزلا لأھل الجنة؟ فأتی رجل من الیھود فقال: بارک الرحمن علیک یا أبا القاسم ألا أخبرک بنزل أھل الجنة یوم القیامة قال: بلی، قال: تکون الأرض خبزة واحدة کما قال النبی ﷺ فنظر النبی ﷺ الینا ثم ضحک حتی بدت نواجذہ ثم قال: ألا أخبرک بإدامھم بالام والنون، قالوا: وما ھذا قال: ثور ونون یأکل من زائدة کبدھما سبعون ألفا۔

(متفق علیه (باب الحشر ص: ۴۸۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ساری زمین ایک روٹی (کے مانند) ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں سے اس طرح اُلٹے پلٹے گا جس طرح تم میں سے کوئی شخص سفر کے دوران الٹ پلٹ کر (یعنی جلدی) روٹی پکاتا ہے اور یہ روٹی جنتیوں کی مہمانی ہوگی''۔ آنحضرت ﷺ کے اس فرمانے کے بعد ایک، یہودی آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوالقاسم! خدائے پاک آپ پر برکت نازل کرے کیا میں آپ کو بتاؤں کہ قیامت کے دن جنتیوں کی مہمانی کے طور پر پہلا کھانا کیا ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں بتاؤ، اس یہودی نے کہا ساری زمین ایک روٹی ہوگی، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا (یہ سن کر) آنحضرت ﷺ نے (تعجب کے اظہار اور ہمیں یہ بتانے کیلئے کہ یہودی ٹھیک کہہ رہا ہے) ہماری طرف دیکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ کھلکھلا کر ہنس دیئے اس کے بعد اس یہودی نے کہا کہ کیا میں آپ کو بتاؤں کی

جنتیوں کا سالن کیا ہوگا (جس سے وہ روٹی لگا کر کھائیں گے) وہ "بالام" اور "نون" ہے، صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یہ بالام کیا چیز ہوتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ بالام (کا مطلب) بیل ہے اور نون (کے بارے میں تم لوگ جانتے ہی ہو کہ مچھلی کو کہتے ہیں) اور ان دونوں یعنی بیل اور مچھلی کے گوشت کے اس ٹکڑے سے جو جگر کا زائد حصہ ہوتا ہے، ستر ہزار لوگ روٹی کھائیں گے۔

ستّر سال کے برابر دوزخ کی گہرائی

۲۷۔ عن عتبة بن غزوان قال: ذكر لنا ان الحجر يلقى من شفة جهنم فيهوى فيها سبعين خريفاً لا يدرک لها قعراً والله لتملان ولقد ذكر لنا ان مابين مصراعين من مصاريع الجنة مسيرة اربعين سنة وليأتين عليها يوم وهو كظيظ من الزحام. رواه مسلم (باب صفة الجنة واهلها ص:۴۹۷)

ترجمہ:۔ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا (یعنی آنحضرت ﷺ سے یہ روایت نقل کی گئی) کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) "اگر دوزخ کے (اوپر والے) کنارے سے کوئی پتھر گرایا جائے تو وہ ستر برس تک نیچے لڑھکتا چلا جائے گا اور دوزخ کی تہ تک نہیں پہنچے گا، خدا کی قسم دوزخ (اتنی گہری اور وسیع ہونے کے باوجود کافروں سے) پوری بھر جائے گی" اور (حضرت عتبہؓ کہتے ہیں کہ) ہمارے سامنے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی ذکر کیا گیا کہ "جنت کے کسی بھی دروازے کے دونوں بازؤں کے درمیان چالیس برس کی مسافت کا فاصلہ ہے اور ایک دن ایسا ہوگا کہ جنت (اتنی وسعت اور کشادگی کے باوجود) لوگوں سے بھری ہوئی ہوگی۔

ستّر قسم کے لباس

۲۸۔ عن ابی سعید قال: قال رسول الله ﷺ: إن أول زمرة يدخلون الجنة يوم القيامة ضوء وجوههم على مثل ضوء القمر ليلة البدر والزمرة الثانية على مثل أحسن كوكب درى فى السماء لكل رجل منهم زوجتان على كل زوجة سبعون حلة يرى مخ ساقها من ورائها. رواه الترمذى (باب صفة اهل الجنة ص:۴۹۷)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جنت میں جو لوگ سب سے پہلے داخل ہوں گے ان کے چہرے

چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے اور دوسری جماعت کے لوگوں کے چہرے آسمان کے اس ستارے کی طرح روشن و چمکدار ہوں گے جو سب سے زیادہ چمکتا ہے نیز ان میں سے ہر شخص کے لئے دو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی کے جسم پر (لباس کے) ستر جوڑے ہوں گے (اور وہ دونوں بیویاں اتنی صاف و شفاف اور حسین وجمیل ہوں گی کہ) ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا ستر جوڑوں کے نیچے سے نظر آ رہا ہوگا۔

ستر مسندوں پر تکیہ لگانا

۲۹۔ عن أبی سعید عن رسول اللّٰہ ﷺ قال: إن الرجل فی الجنة لیتکئ فی الجنة سبعین مسندا قبل أن یتحول ثم تأتیه امرأة فتضرب علی منکبه فینظر وجهه فی خدها أصفی من المرآة وإن أدنی لؤلؤة علیها تضیء مابین المشرق والمغرب فتسلم علیه فیرد السلام ویسألها: من أنت فتقول: أنا من المزید وإنه لیکون علیها سبعون ثوبا فینفذها بصره حتی یری مخ ساقها من وراء ذلک وإن علیها من التیجان أن أدنیٰ لؤلؤة منها لتضیء ما بین المشرق والمغرب. رواه أحمد (باب صفة الجنة واهلها ص: ۵۰۰)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ’’جنتی مرد جنت میں ستر مسندوں کا تکیہ لگا کر بیٹھے گا قبل اس کے کہ ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدلے، پھر جنت کی حوروں میں سے ایک حور اس کے پاس آئے گی اور (اس کو اپنی طرف متوجہ و مائل کرنے کیلئے) اس کے کاندھے پر ہاتھ مارے گی، وہ مرد اس کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کے رخساروں میں، جو آئینہ سے زیادہ صاف و روشن ہوں گے اپنا چہرہ دیکھے گا اور حقیقت یہ ہے کہ اس عورت کے (کسی زیور یا تاج میں جڑا ہوا) ایک معمولی سا موتی بھی (اس قدر بیش قیمت اور نظر کو خیرہ کرنے والا ہوگا کہ) اگر وہ دنیا میں آ جائے تو مشرق سے مغرب تک (کی ہر چیز) کو روشن و منور کر دے، بہرحال وہ حور اس مرد کو سلام کرے گی اور مرد اس کے سلام کا جواب دے گا اور پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ وہ کہے گی کہ میں ’’مزید‘‘ میں سے ہوں اور صورت حال یہ ہوگی کہ اس عورت کے جسم پر ستر (رنگ برنگ) کپڑوں کا (تہ درتہ) لباس ہوگا اور اس مرد کی نظر اس لباس میں سے بھی پار ہو جائے گی اور اس عورت کے سر پر تاج رکھے ہوں گے اور ان تاجوں کا معمولی سا موتی بھی ایسا ہوگا کہ اگر وہ دنیا میں آ جائے تو مشرق سے مغرب تک ہر چیز کو روشن اور منور کر دے۔

تشریح:۔ ’’قبل اس کے کہ وہ ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدلے‘‘ کے ذریعے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس مرد کے پہلوؤں میں اتنے زیادہ گاؤ تکیے رکھے ہوں گے کہ وہ ایک ہی پہلو پر بیٹھا ہوا دوسرا پہلو بدلنے تک طرح طرح کے ستر تکیوں سے ٹیک لگائے گا۔ ’’میں مزید میں سے ہوں‘‘ یعنی ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہوں جن کا حق تعالیٰ نے تمہاری نیکیوں کے بدلہ کے علاوہ خصوصی انعام کے طور پر مزید عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

دوزخ کو ستر ہزار فرشتے لائیں گے

۳۰۔ عن ابن مسعود قال: قال رسول الله ﷺ "یؤتی بجھنم یومئذ لھا سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملک یجرونھا". رواہ مسلم (باب صفة النار واھلھا ص:۵۰۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ’’اس دن (یعنی قیامت کے دن) دوزخ کو (اس جگہ سے کہ جہاں اس کو پیدا کیا گیا ہے) لایا جائے گا اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے متعین ہوں گے جو اس کو کھینچتے ہوئے لائیں گے‘‘۔

دوزخ کی آگ ستر گنا سخت ہے

۳۱۔ عن ابی ھریرة ان رسول اللّٰہ ﷺ قال "نارکم جزء من سبعین جزء من نار جھنم" قیل یا رسول اللّٰہ ان کانت لکافیة قال: "فضلت علیھن بتسعة وستین جزءً کلھن مثل حرھا". متفق علیه (باب صفة النار واھلھا ص:۵۰۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ’’تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! یہ تو دنیا کی آگ ہی (عذاب دینے کیلئے) کافی تھی (پھر اس سے بھی زیادہ حرارت و تپش رکھنے والی آگ پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟) آنحضرت ﷺ نے فرمایا’’ دوزخ کی آگ کو یہاں (دنیا) کی آگ سے انہتر (۶۹) حصے بڑھا دیا گیا ہے اور ان انہتر (۶۹) حصوں میں سے ہر ایک حصہ تمہاری (دنیا کی) آگ کے برابر ہے۔

دوزخیوں کے کان سے کاندھے تک سات سو سال کی مسافت

۳۲۔ عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال یعظم اهل النار فی النار حتی ان بین شحمة اذن احدهم الی عاتقه مسیرة سبع مائة عام وان غلظ جلده سبعون ذراعاً وان ضرسه مثل اُحُدٍ. (باب صفة النار واهلها ص:۵۰۴)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا دوزخ میں دوزخیوں کے بدن بہت بڑے بڑے ہوجائیں گے (جس سے ان کو عذاب بھی زیادہ معلوم ہوگا) یہاں تک کہ ایک دوزخی کے کان کی لو سے اس کے کاندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کے برابر ہوگا اور اس کی کھال کی موٹائی ستر گز ہوگی اور اس کے دانت احد پہاڑ کے برابر ہوں گے۔

ستّر پردے

۳۳۔ وعن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: إن اللّٰه خلق إسرافیل منذ یوم خلقه صافا قدمیه لا یرفع بصره بینه وبین الرب تبارک و تعالیٰ سبعون نورا ما منها من نور یدنومنه إلا احترق. رواه الترمذی وصححه (باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام ص:۵۱۰)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو جس وقت پیدا کیا، وہ اسی وقت سے اپنے دونوں پیروں کو صف بستہ کئے (بالکل تیار) کھڑے ہیں نظر تک نہیں اٹھاتے ان کے اور ان کے بزرگ برتر پروردگار کے درمیان نور کے ستر پردے (حائل) ہیں اگر اسرافیل علیہ السلام (بفرض محال) ان نور (کے پردوں میں سے) کسی ایک نور (کے پردے) کے قریب پہنچ جائیں تو وہ جل کر رہ جائیں۔

تشریح:۔ "نظر تک نہیں اٹھاتے" یعنی وہ ہر لمحہ صور کی طرف متوجہ ہیں اس لئے نگاہ نہیں ہٹاتے، اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت ہی سے صور پھونکنے کے حکم کی بجا آوری کے لئے بالکل مستعد اور اس طرح منتظر کھڑے ہیں کہ شاید اسی لمحے حکم آ پہنچے۔

(جاری ہے)

محمد معاذ اشرف

متعلم جامعہ اشرفیہ لاہور

قرآنی آیات اور جدید سائنس

کائنات کا یہ حیرت کدہ اپنی ابتدا سے لے کر انجام تک ہمیشہ انسان کیلئے عقل و دانش کی تگ و تاز اور خیالات و تصورات کی جولانگاہ رہا ہے، کتنے نظریات وجود میں آئے اور فنا ہو گئے اور کتنے فلاسفہ نے علم و دانش کے چراغ جلائے اور بعد میں آنے والوں نے ان کو بجھا ڈالا، کائنات کا آغاز اور اُس میں سرگرم عمل حیرت انگیز مشینیں تو پھر بھی انسانی حواس وادراک سے دور بہت دور ہیں، لیکن خود اپنے وجود کے بارے میں بھی تو اس کا علم واجبی سا ہی ہے.....

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
اپنے افلاک کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

کائنات سے متعلق اس کے خیالات و تصوارات نے کتنی قلابازیاں کھائیں اور کتنی کروٹیں بدلیں۔ یہ طویل داستان ہے، جبکہ خود اپنے بارے میں اس کی معلومات کا حال یہ ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں اور وہ کس طرح سرگرم عمل ہیں؟ ان دو سوالوں کا جواب جستجو، مشاہدے اور تجربے سے ایک حد تک مل جاتا ہے۔ لیکن اِس انسان کو وجود کس طرح حاصل ہوا اور اس کارزارِ حیات میں اس کا نصب العین اور مقصد تخلیق کیا ہے، ان سوالات کا جواب انسانی صلاحیت اور عقل و دانش کے دائرے سے وراء الوراء ہے اور آسمانی وحی کے علاوہ ان سوالات کے جواب کا کوئی ذریعہ انسان کے پاس نہیں ہے، نزول قرآن کی یہی غرض و غایت ہے—— قرآن کریم کی تعلیم شروع ہی وہاں سے ہوتی ہے جہاں عقل و دانش اور تجربہ وجستجو کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، بنیادی طور پر سائنسی فارمولے یا کائناتی حقائق کا بیان اصالۃً قرآن کریم کا موضوع نہیں ہے، سائنسی نظریات تو بسااوقات آئے دن کے تجربات کی بناء پر شکست و ریخت کا بھی شکار ہو جاتے ہیں اس لئے یہ سعی کچھ زیادہ بارآور نہیں قرار پاتی کہ آیات قرآنیہ کو سائنسی تحقیقات پر منطبق کیا جائے—— تاہم کتاب الٰہی میں رب کائنات کی عظیم قدرت میں غور وفکر کی جگہ جگہ تلقین وہدایت ہے اور ایک انسان جب انفس و آفاق کی مشینوں اور تکوینی نظام کی گہرائی میں جھانکنے لگتا ہے تو نظام ربوبیت کے حیرت انگیز مظاہر سامنے آجاتے ہیں تب اس کے روئیں روئیں سے تبارک اللہ احسن الخالقین کی صدا بلند ہوتی ہے۔

زیرنظر مضمون ایک ہونہار طالب علم کا نتیجۂ فکروقلم ہے، یہ اور اس طرح کے دیگر مضامین کا مطالعہ وحی الٰہی کے مقاصد کے طور پر نہیں بلکہ مندرجہ بالا اصول کو سامنے رکھ کر کیا جانا چاہئے۔ (ادارہ)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

سَنُرِيهِمْ ايٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ.(حم السجدہ: ۵۳)

ترجمہ:۔ ''ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں ان کے گردونواح میں بھی دکھادیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجائے گا کہ وہ قرآن حق ہے''۔

سائنس ایک ایسا علم ہے جو ہمیں اپنے اردگرد پھیلے ہوئے عناصر کے مطالعے کا طریقۂ کار بتاتا ہے۔ اور جب ہم تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں اللہ رب العزت کی بے پناہ قدرتِ تخلیق اور حکمتِ بالغہ کا ادراک ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات میں اور خود انسان کی حیرت انگیز تخلیق میں غوروفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ اور یہ جستجو ہمیں خداوند کریم کے بے حد قریب لے جاتی ہے کیونکہ جب ہم تحقیق کرتے ہیں تو اس کائنات کے نظم ونسق میں ایک ایسی عظیم ہستی کارفرما نظر آتی ہے جس کی قدرت لامحدود ہے اور جس نے آسمانوں کو بغیر سہاروں کے قائم کیا، رات کو دن میں اور دن کو رات میں پرویا وہ احسن الخالقین ہے جس نے تمام کائنات کو عدم سے وجود بخشا۔

اگر ہم سائنسی تحقیق وجستجو میں قرآن کا مطالعہ شامل کرلیں تو قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق کی روشنی میں ہم بہت جلد اپنے تجربات کو کامیابی کی منازل سے ہمکنار کرسکتے ہیں۔ کیونکہ وحی الٰہی ہی ایک ایسا واحد ذریعہ ہے جو ظہورِ کائنات سے لے کر خود ہمارے اپنے وجود تک اٹھنے والے تمام سوالات کا صحیح وجامع جواب فراہم کرتا ہے یہ الگ بات ہے کہ انسان خود ہی اپنے محدود علم کی وجہ سے قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق سے صحیح نتیجہ اخذ نہ کرسکے۔

وحی الٰہی کے بیان کردہ حقائق کو پانے کیلئے اور پھر اس سے نتیجہ اخذ کرنے کیلئے خود اپنے شعور سے کام لینا ہوتا ہے۔ انسان کی سمجھ بوجھ میں تو غلطی کا امکان موجود ہے مگر وحی کے بیان کردہ حقائق میں کوئی ایسا امکان موجود نہیں کیونکہ یہ اسی خالق کی طرف سے ہے جس نے اس کائنات کو تخلیق کیا اور خالق سے بہتر اپنی مخلوق کو کون جاسکتا ہے۔ کائنات کے حقائق کے بارے میں غور کرنے والا شخص جب بغیر کسی تعصب کے کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنی عقل وشعور ہی کی بنیاد پر اس حقیقت کا ادراک کرلیتا ہے کہ نظامِ کائنات کو چلانے والی ہستی بے حد علم وحکمت والی ہے۔

انسان کی رہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے نازل فرمایا تاکہ اس کتاب سے ہم رہنمائی حاصل کرسکیں۔ کلام اللہ اپنے وقت نزول سے قیامت تک کامل رہنما کے طور پر ہمارے پاس رہے گا۔ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا ایک ثبوت اس کا بے نظیر انداز بیان

اوراس میں موجود حکمت بھی ہے۔ قرآن کریم حقیقتاً نہ تو سائنس کی کتاب ہے اور نہ ہی فلسفے کی بلکہ یہ تو انسان کی رہنمائی کیلئے نازل کی گئی ہے اور کتابِ ہدایت ہے مگر ہاں قرآن کریم میں بعض ایسے سائنسی حقائق کا انکشاف کیا گیا ہے جن کا ادراک آج ہم بیسویں صدی کی جدید ترین ٹیکنالوجی سے کر پائے ہیں۔ جبکہ قرآن میں بہت پہلے ان رازوں سے پردہ اٹھادیا گیا تھا۔

آیئے قرآن کریم کے بیان کردہ چند ایسے ہی سائنسی حقائق کا مطالعہ کرتے ہیں:

کائنات کے مسلسل پھیلاؤ کا راز

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذاریت : ۴۷)

ترجمہ:۔ ’’اور ہم نے آسمانوں کو (اپنی) قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں‘‘۔

ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ سے یہ انکشاف کیا گیا ہے۔ کہ آسمان میں مسلسل توسیع ہورہی ہے۔ یادرہے کہ لفظ ’’آسمان‘‘ قران کریم میں بہت سے مقامات کی طرح خلاء اور آسمان کیلئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یہ انکشاف کہ کائنات میں مسلسل توسیع ہورہی ہے ایک بہت بڑا انکشاف ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے شاید ہی یہ سوچ کسی ذہن میں بیدار ہوئی ہو۔ بلکہ کچھ عرصے پہلے تک تو یہ کہا جاتا تھا کہ یہ کائنات شروع سے ہی ایسی چلی آرہی ہے۔ جبکہ حقیقت کچھ اور ہے، یہ حقیقت بیسویں صدی کی جدید ترین ٹیکنالوجی سے سامنے آئی کہ کائنات مسلسل توسیعی عمل سے گزر رہی ہے۔ اور جب ریاضی کے اصولوں اور ٹیکنالوجی کے جدید استعمال سے تحقیق کی گئی تو پتا چلا کہ کائنات کا ہر شئے کی طرح باقاعدہ ایک نقطۂ آغاز تھا اور اسی کے بعد سے ہی توسیع کا یہ عمل جاری ہے۔ سائنسی طور پر اس بات کو ثابت کرنے والے بیسویں صدی کے ماہر طبیعات الیگزینڈر فرائیڈ مین تھے اور ان کے ساتھ ایک ماہر فلکیات (Cosmologist) جارجز ایمیئر تھے۔ ان دونوں کے حساب و کتاب سے یہ بات سامنے آئی کہ کائنات سورج، چاند وغیرہ کی طرح متحرک ہے ساکن نہیں ہے مزید یہ کہ یہ بات ۱۹۲۹ء کے تجربات سے ثابت بھی ہوگئی۔ اس کے بعد ’’ایڈوین ہیمبل‘‘ نے اپنی دیوہیکل دوربین سے جب ستاروں اور کہکشاؤں کا مطالعہ کیا تو پتا چلا کہ ستارے اور کہکشائیں ایک دوسرے سے ایک

خاص رفتار سے دور ہو رہے ہیں۔ ماہر فلکیات وغیرہ کی دن رات کی محنت سے یہ بات اب ثابت ہو رہی ہے جبکہ قرآن میں یہ بات اس وقت بیان کردی گئی تھی جب کسی دماغ نے ایسی کسی بھی سوچ کو جنم نہیں دیا تھا۔

تخلیق کائنات، عظیم دھماکہ؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ الانعام آیت ۱۰۱)

ترجمہ:۔ ''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے''۔

یہ قرآن میں دی گئی ایک اطلاع ہے کہ آسمانوں اور زمین کو باقاعدہ تخلیق کیا گیا ہے۔ فلکی طبیعات (Astro Physics) نے بھی یہ بات مسلسل تجربات و مشاہدات سے اخذ کی ہے کہ یہ دنیا ایک عظیم دھماکے سے وجود میں آئی ہے۔ اس عظیم دھماکے کا سائنسی نام بگ بینگ (Big Bang) رکھا گیا جسے عربی میں ''انفجار عظیم'' کہتے ہیں سائنس دانوں کے پاس ظہور کائنات کی معقول ترین دلیل بگ بینگ ہی ہے۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ بگ بینگ سے پہلے نہ تو مادہ تھا نہ وقت تھا اور نہ ہی توانائی تھی اور ان سب کو باقاعدہ ایک ساتھ تخلیق کیا گیا ہے۔ بگ بینگ کے حقیقی شواہد اس وقت سامنے آئے جب ۱۹۲۹ء میں ناسا (Nasa) نے ''کوبے خلائی سیٹلائٹ'' (Cobe Space Satellite) خلاء میں روانہ کیا جس میں نصب حساس ترین سنسروں نے بگ بینگ کے بقایا جات کا مشاہدہ کیا۔ بعض لوگوں کا اگر یہ خیال ہے کہ یہ دھماکہ خود بخود ہوگیا یا یہ کائنات خود ہی وجود میں آ گئی ہے تو یہ ایک انتہائی درجے کا غلط خیال ہے۔ بھلا کوئی چیز خود بخود کیسے وجود میں آ سکتی ہے؟ ان لوگوں کے علم میں یہ بات رہنی چاہئے کہ اس کائنات میں ہمارا وجود اور خود کائنات کا وجود کوئی حادثاتی واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ نباتات و حیوانات، بحر و بر، شمس و قمر، خود ہمارے وجود اور اس کے ایک ایک عضو پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ضرور ان کا کوئی نہ کوئی خالق ہے۔ کیا کوئی مملکت کسی حاکم کے بغیر چل سکتی ہے؟ کوئی کمپیوٹر بغیر کسی پروگرامر کے صحیح کام کرسکتا ہے؟ یقیناً نہیں بلکہ ان سب چیزوں کے وجود میں آنے اور برقرار رہنے کیلئے کسی خالق کا ہونا لازمی ہے۔ اور اگر ایک لمحہ کیلئے فرض کرلیں کہ یہ دھماکہ فقط ایک حادثہ تھا تو صرف دنیا میں ہی ان عناصر کی موجودگی جو انسان کی بقاء کیلئے ضروری ہیں کیونکر

ہے؟ اوران میں ایسا اعتدال کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ان عناصر کی ذراسی کمی بیشی بھی ہم انسانوں کو زندگی سے موت کی حدود میں پہنچا سکتی ہے۔ مگر اس میں کمی بیشی کیسے ہوسکتی ہے؟ کیونکہ یہ تو بہت طاقتور اور حکیم ذات کا بنایا ہوا نظام ہے۔

اس کے باوجود بھی جو لوگ ان چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک اتفاقی حادثہ ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اُن کی عقلوں پر پردے پڑ چکے ہیں وہ چاہنے کے باوجود بھی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ورنہ کائنات کے ذرّے ذرّے سے ایک خالق کی شان نمایاں ہے اور وہ خالق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔

زمین کی گولائی اور رات دن کی حقیقت

زمین کی گولائی اور رات دن کے تسلسل کے بارے میں قرآن حکیم کا انداز بیان اور اس میں موجود اشارے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَار عَلَی الَّیْلِ.

ترجمہ:۔ ’’اس نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا اور وہی رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے‘‘۔ (سورہ الزمر: ۵)

ہم سب یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن میں استعمال کئے گئے الفاظ اپنی حکمت اور بلاغت میں بے مثال ہیں۔ اسی طرح کائنات کی وضاحت کے لئے استعمال کئے گئے الفاظ بھی خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں لفظ ’’تکویر‘‘ ہے یعنی ’’لپیٹنا‘‘ اور اگر انگلش میں دیکھیں تو اس کا مطلب ہوگا کسی چیز کو کسی چیز کے اوپر لپیٹ دینا جیسے کپڑوں کو تہ کیا جاتا ہے۔ عربی لغت میں اس کا استعمال اس طرح کے لپیٹنے کیلئے ہوتا ہے جس طرح پگڑی باندھی جاتی ہے اس آیت میں دنیا کی ساخت صحیح صحیح بیان کر دی گئی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں جو بات بیان کی گئی ہے وہ اسی وقت درست ہوسکتی ہے جب زمین کو گول تصور کیا جائے۔ قرآن کریم میں بہت پہلے اس بات کا انکشاف کر دیا گیا تھا۔ نزول قرآن سے پہلے یہ نظریہ عام تھا کہ دنیا ایک ہموار میدان کی طرح ہے اور سارے حسابی کام اسی نظریہ کی بنیاد پر کئے جاتے تھے۔ مگر قرآن کریم نے یہ غلط فہمیاں دور کر دیں اور

لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ. (لقمان: ۲۹)

ترجمہ: ''کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں ضم کر دیتا ہے''۔

قرآن کریم میں رات دن کو ''لپیٹنے اور پرونے'' کے معنوں میں بیان کیا ہے۔ اور یہ صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب زمین کو گول تسلیم کیا جائے۔ خلاء باز اس بات کا ادراک کر چکے ہیں کہ کس طرح آدھی دنیا تاریکی میں رہتی ہے اور پھر کس طرح روشن حصہ تاریک حصے پر، اور تاریک حصہ روشن حصے پر غالب آجاتا ہے۔ اگر کوئی غور کرنے والا شخص ہوتو وہ قرآن کے بیان کردہ معجزات وانکشافات کو دیکھ کر دنگ رہ جائے گا۔

قرآن میں لوہے کا بیان

قرآن پاک میں ایک سورۃ ''الحدید'' کے نام سے ہے جس کا معنی ''لوہا'' ہے۔ لوہے کی اہمیت کا اندازہ ہم اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایک پوری سورۃ اس کے نام سے منسوب کردی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید: ۲۵)

ترجمہ: ''اور ہم نے لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کیلئے کئی منافع ہیں''۔

اس آیت میں استعمال کیا گیا لفظ ''اتارا'' کافی توجہ چاہتا ہے۔ لغوی طور پر اگر غور کریں تو اس کا مطلب آسمان سے اتارنا ہوا اور یہ ایک انتہائی اہم سائنسی حقیقت ہے کیونکہ جدید فلکیاتی سائنسدانوں نے انکشاف کیا ہے کہ ہمارے اس کرہ ارض پر پایا جانے والا لوہا دراصل بیرونی خلا کے ستاروں سے آیا ہے کیونکہ ہمارے شمسی نظام میں اتنی صلاحیت موجود نہیں کہ وہ لوہا پیدا کرسکے۔ کائنات میں موجود بھاری دھاتیں بڑے ستاروں کے نیوکلئس میں پیدا ہوتی ہیں۔ یہاں ایک بات ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ بڑے ستاروں سے مراد سورج سے بہت بڑے سائز کے ستارے ہیں جن میں درجہ حرارت کروڑوں سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ جب ایک بڑے ستارے میں لوہا بننے کی مقدار ایک پیمانے تک آجاتی ہے اور اس سے تجاوز کر جاتی ہے تو ستارہ اسے برداشت نہیں کر پاتا اور ''نوا''

(Nova) خارج کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو دھماکے کی صورت میں وقع پذیر ہوتا ہے۔ نوا (Nova) یا (Super Nova) ایک طرح کے شہابیے ہوتے ہیں جو اس دھماکے کے بعد خلاء میں بکھر جاتے ہیں اور اس وقت تک حالتِ حرکت میں رہتے ہیں جب تک کوئی جرمِ فلکی (Celestial Body) کشش جذبی کی بنیاد پر انہیں اپنی طرف نہ کھینچ لے۔ یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ لوہے کی نمود اس دنیا میں ممکن نہیں بلکہ یہ شہابیوں (Meteorites) کی شکل میں اترا ہے۔ یہ بات قرآن حکیم میں ساتویں صدی عیسویں میں بیان کردی گئی تھی مگر تحقیق کے ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے اس حقیقت کا ادراک نہیں ہوسکتا تھا کہ لوہا کہاں وجود میں آتا ہے۔

اس کے علاوہ لوہے کے متعلق کچھ حیرت انگیز حسابی قواعد کا بھی پتا چلتا ہے۔ وہ یہ کہ سورۃ الحدید قرآن کریم کی ۵۷ ویں سورۃ ہے اور عربی ابجد کے اعتبار سے بھی ''الحدید'' کا مجموعی عدد ۵۷ بنتا ہے اور اگر صرف الحدید کا مجموعی عدد نکالا جائے تو وہ چھبیس (۲۶) بنتا ہے۔ یہاں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ عناصر کا جو دوری نظام (Periodic Table) بنایا گیا ہے اس میں بھی لوہے (Iron) کا اٹامک نمبر (Atomic Number) ۲۶ ہی ہے یہ ایک حیرت انگیز سائنسی اتفاق ہے۔ اب آیت کے آخر میں ''منافع'' کی طرف رخ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ واقعی لوہے کے اندر انسان کیلئے بہت سے منافع ہیں بلکہ آج تو یہ ہماری زندگی کا ایک اہم جزو بن گیا ہے۔ اب تو فولاد کی عالمی پیداوار سات سوملین ٹن سالانہ سے بھی تجاوز کرتی جارہی ہے۔ اور اب تو فولاد کی پیداوار عسکری قوت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں مداروں کا تصور

سورج اور چاند کی گردش کے حوالے سے قرآن حکیم میں بہت سی آیات موجود ہیں ان میں سے بعض آیتوں میں ''مداروں'' کا ذکر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ، کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَسْبَحُوْنَ (الانبیاء: ۳۳)

ترجمہ:۔ ''اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے، ہر ایک، ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں''۔

اسی سلسلے کی ایک اور آیت یہ ہے:۔

لاَ الشَّمْسُ یَنبَغِیْ لَھَا أَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلاَ الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ، وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَسْبَحُوْنَ. (یٰس: ۴۰)

ترجمہ: ’’نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے، ان میں ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے‘‘۔

ان آیات سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ چاند اور سورج بھی زمین کی طرح حرکت کرتے ہیں۔ چاند کے بارے میں تو بہت سے لوگ یہ بات جانتے ہیں مگر سورج کے بارے میں لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر اندازہ یہ ہوتا ہے کہ سورج اپنے ایک مدار میں حرکت کر رہا ہے۔ مگر یہ بات بیان نہیں کی گئی کہ زمین کے حساب سے یہ کون سا مدار ہے یا زمین سے یہ مدار کتنا دور ہے؟ بہرحال ایک حقیقت تو یہ سامنے آتی ہی ہے کہ سورج گردش میں ہے۔ سورج کی گردش اور اس کے سفر کے حوالے سے ایک مکمل آیت قرآن مجید میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا، ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْم. (یٰس: ۳۸)

ترجمہ: ’’اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ ایک زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے‘‘۔

سورج کے مدار کا تصور کرنا مشکل ہے اس لئے کہ ہم اپنے نظام شمسی پر غور کرنے کے عادی ہیں قرآن حکیم کی اس آیت کو سمجھنے کیلئے ہمیں اپنی کہکشاؤں میں سورج کی جائے وقوع کو سمجھنا پڑے گا مگر اس کے لئے جدید سائنسی نظریات کو نظر میں رکھنا بے حد ضروری ہے۔ ہماری کہکشاؤں میں موجود ستاروں اور سیاروں کا وجود اس طرح بکھرا ہوا ہے کہ ایک طشتری کی سی شکل بن گئی ہے اور سورج کی جگہ اس نظام میں ایسی ہے کہ وہ اس نظام شمسی کے مرکز سے تھوڑا ہٹا ہوا ہے۔ کہکشائیں اپنے محور جو کہ خود اس کا مرکز ہے اس کے اردگرد حرکت کر رہی ہیں چنانچہ سورج بھی اپنے خاص مدار میں حرکت کر رہا ہے۔ ۱۹۱۷ء میں شیلے نامی سائنسدان نے سورج اور ہماری کہکشاؤں کا مرکزی درمیانی فاصلہ ۱۰ ارکلو پارسک لگایا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا فاصلہ ہے۔ ایک کلو پارسک ۱۰۰۰ پارسک کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایک پارسک ۳۲۶ (تین سو چھبیس) نوری سال یعنی (۱۹۱۸۲۵۵۲۰۰۰،۰۰۰ میل) کے برابر ہوتا ہے۔ اگر ۱۰ کلو پارسک کو ہم میل میں ظاہر کریں تو (۲۰۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰۰) میل ہوگا یعنی دو کا ہندسہ لکھ کر سترہ صفر لگا دیں۔ سورج کے مداری حرکت کا ذکر قرآن کریم میں آچکا

ہے۔ اب ہم آتے ہیں اس آیت میں لفظ ''ٹھکانے'' کی طرف۔ قرآن کریم کے بہت پہلے بیان کردہ حقائق جدید فلکیاتی مشاہدات میں اب آئے ہیں کہ سورج با قاعدہ سفر کر رہا ہے اور اس کا یہ سفر ''ویگا'' (Vega) نامی ستارے کی طرف ۰۰۰،۲۰،۷ کلومیٹر کی نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ہو رہا ہے اور ساتھ ساتھ ''سولراپیکس'' (Solrapex) نامی اپنے مخصوص مدار میں بھی اس کی گردش جاری وساری ہے۔ اگر مشاہدہ کیا جائے تو صرف سورج ہی اتنی تیز رفتاری کے ساتھ سفر نہیں کر رہا بلکہ اس کائنات شمسی نظام تجاذب کے تحت باقی تقریباً تمام چھوٹے بڑے سیارے بھی اتنی ہی برق رفتاری سے سفر کر رہے ہیں۔ یہ سیارے ایک دوسرے کے مداروں کو طے بھی کرتے ہیں مگر مجال ہے کہ کبھی ان کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تصادم ہوتا ہو۔ کیونکہ یہ ایک بے حد علیم وحکیم ذات اقدس کا باندھا ہوا بے مثال نظام ہے۔

یہ تو پھر بڑی اشیاء ہیں جبکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کے حکم کے تابع ہے اور کیا مجال کہ کوئی ذرّہ اس ذات کی حکم عدولی کرسکتا ہو۔ یہ تو صرف انسان ہی ہے جو اپنے خالق کے احسانات کو جھٹلاتا چلا آرہا ہے بے شک وہ ذات بہت رحیم وکریم ہے مگر ڈرنا چاہئے اس کی پکڑ سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پکڑ سے محفوظ فرمائے اور اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

بارش کی مقدار

بارش کی مقدار کے بارے میں یہاں دو آیتیں قابل غور ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

وَانزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَآءَ بقدرٍ فَاَسْکَنّٰہُ فِی الْاَرْضِ (المؤمنون:۱۸)

ترجمہ:۔ ''اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا''۔

ایک اور آیت میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِہٖ بَلْدَةً مَّیْتًا کَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ. (الزخرف:۱۱)

ترجمہ:۔ ''وہی ہے جس نے آسمان سے ایک خاص مقدار میں پانی اتارا اور اس کے ذریعہ سے مردہ زمینوں کو جلا اٹھایا۔ اس طرح ایک روز زمین سے برآمد کئے جاؤ گے''۔

ان دونوں آیتوں میں بارش کو خاص مقدار میں اتارنے کا ذکر ہے یعنی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے

کہ بارش ایک خاص تناسب سے برستی ہے اور جدید ترین تحقیق بھی یہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ٹن پانی بخارات کی شکل میں ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے یعنی ایک سال میں ۵۱۳ ٹریلین ٹن پانی بخارات کی شکل اختیار کر کے اُڑ جاتا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ایک ٹریلین دس کھرب کے برابر ہوتا ہے۔ جتنا پانی بخارات کی شکل میں اُڑتا ہے اتنا ہی ایک سال میں واپس زمین پر آ جاتا ہے۔ یہ پانی بارش کی شکل میں ہوتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا عمل ہے جو ہماری بقاء کیلئے انتہائی ضروری ہے کیونکہ اگر پانی کی یہ گردش ذرا بھی کم اور زیادہ ہو جائے تو ماحول میں شدید ترین تغیرات پیدا ہو سکتے ہیں مگر چونکہ یہ خدا کا ''باندھا ہوا'' حساب ہے اس لئے اس کا کوئی امکان موجود نہیں۔ اور یہ تو ایک نظام ہے جو ہمارے مشاہدے میں آیا ہے اور نہ جانے اربوں نظام اس کائنات میں رائج ہیں اور برسوں سے ایسے ہی چلے آ رہے ہیں۔ اگر انسان ان میں سے کوئی نظام بنانا چاہے تو یقیناً پوری دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی بھی اس سے عاجز آ جائے گی۔ یہ تو اس ذات کا قائم کردہ نظام ہے جسے ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے اور اس کے ہاں غلطی یا بھول کا بھی کوئی امکان نہیں۔

پہاڑ زمین کی میخیں

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ (الأنبياء: ۳۱)

ترجمہ: ''اور ہم نے زمین میں اس لئے پہاڑ بنائے کہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے''۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ جہاں پہاڑوں کے اور بہت سے فوائد ہیں وہاں ایک سب سے بڑا اور سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ یہ زمین کو برقرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ زمین انہیں کی وجہ سے برقرار ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ پہاڑ کے بارے میں اور اس کی مضبوطی کے بارے میں جاننے سے پہلے ہمیں یہ علم ہونا چاہئے کہ پہاڑوں کی دو اقسام ہیں۔ براعظمی پہاڑ اور سمندری پہاڑ۔ ان دونوں میں بنیادی فرق ان کے مواد کا ہے۔

براعظمی پہاڑ بنیادی طور پر رسوب سے (Sediments) بنے ہوئے ہیں اس کے برعکس سمندری پہاڑ آتش فشانی چٹانوں (Vollanic Rocks) سے بنے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں کی پہلی قسم انضباطی دباؤ (Compressional Forcess) کے زیر اثر تشکیل پاتی ہے۔ جبکہ دوسری قسم توسیعی دباؤ (Extensional Forcess) کے زیر اثر وجود میں آتی ہے۔ دونوں میں مشترکہ نصب نما (Denominator) یہ ہے کہ براعظمی پہاڑوں میں ہلکا نشیبی کثافتی مواد پہاڑوں

سے نیچے کی جانب زمین میں بطورِ جڑ پوری قوت سے موجود ہوتا ہے۔ یہی سلسلہ سمندری پہاڑوں کے مواد کا بھی ہے۔

یہ سب کام ارشیمدس کے قانون (Law of Archimedes) کے مطابق ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ یہ انکشاف قرآن مجید میں بہت پہلے کردیا گیا تھا کہ پہاڑ زمین کو تھامے ہوئے ہیں جبکہ جدید ترین طبقات الارض کا یہ ایک اہم انکشاف ہے۔ جدید طبقات الارض کے مطابق پہاڑ زمین (Earth's Court) بنانے والی عظیم پلیٹوں کے درمیان مسلسل رگڑ اور ٹکراؤ کے نتیجے میں بنتے ہیں۔ اس کو سمجھنے کیلئے تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے۔ ہم سب یہ بات جانتے ہیں کہ دنیا بہت بڑی پلیٹوں پر مشتمل ہے۔ جب یہ عظیم پلیٹیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں جو زیادہ مضبوط ہوتی ہے وہ کم مضبوط پلیٹ کے نیچے جاتی ہے اور کم مضبوط پلیٹ خم کھا کر اوپر کی طرف چلی جاتی ہے اور اس طرح ایک پہاڑ وجود میں آجاتا ہے۔ نیچے والی مضبوط پلیٹ زمین کی نشیب میں بڑھتی رہتی ہے اس طرح ایک طرح کی گہرائی وجود میں آجاتی ہے۔ آسان الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جتنا پہاڑ ہمیں اوپر کی جانب نظر آتا ہے اتنا ہی تقریباً وہ نچلی جانب بھی ہوتا ہے۔ اور جب اوپر اور نیچے کی سطح آپس میں ایک دوسرے کو مضبوطی سے بھینچ لیتی ہیں تو زمین کی مضبوطی قائم ہوجاتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ان پہاڑوں کو زمین کی میخوں سے تشبیہ دی جاسکتی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

أَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا. وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا. (النباء: ۶،۷)

ترجمہ:۔ ''کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا''۔

سائنسی اصطلاح میں پہاڑوں کی اس پیوستگی کو ''ہم توازنیت'' (Isostasy) کہتے ہیں ان الفاظ کا استعمال ان معنوں میں کیا جاتا ہے۔ ''قشر ارض میں ایسا عام توازن جو سطح زمین کے نیچے چٹانوں کے مادوں کے بہاؤ کو یکساں بنا کر قائم کیا جائے''۔

اس جدید مشاہدہ کا احاطہ ماڈرن جیالوجی اور سیمک ریسرچ نے کیا ہے۔ جبکہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکمتِ تخلیق کے طور پر تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے بیان کردیا تھا۔

وَأَلْقَىٰ فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيْدَبِكُمْ (لقمان: ۱۰)

ترجمہ:۔ ''اور زمین پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم کو لے کر ڈانواڈول نہ ہونے لگے''۔

یہاں ڈالنے سے مراد ہم یوں لے سکتے ہیں کہ پہاڑ زمین میں اوپر اور نیچے رہ کر ان پلیٹوں کے اتصال کے مقامات پر اوپر والی سطح زمین کے مختلف حصوں کو آپس میں جکڑے رکھتے ہیں یعنی یہ ایک طرح سے زمین کو جکڑ لیتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ زمین میں موجود پگھلے ہوئے مادوں (Magma Startum) اور پلیٹوں کو آپس میں ٹکرانے اور پھیلنے سے روکتے ہیں نیز یہ ان کو سرکنے سے بھی روکتے ہیں۔

سمندر کی حقیقت اور قرآنی آیت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ. بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ. (الرحمن: ۱۹، ۲۰)

ترجمہ: ''اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے''۔

سائنسدانوں کو سمندروں کی اس خاصیت کا ابھی حال ہی میں پتہ چلا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک طبعی طاقت ہے جو ''سطحی تناؤ'' (Surface Tension) کے نام سے جانی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے سمندروں کے پانی میں ایک دوسرے میں شامل نہیں ہو سکتے بلکہ ایک دوسرے سے جدا جدا رہتے ہیں۔ یہ سطحی تناؤ ان کی ان کثافتوں کی وجہ سے ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ یعنی ان کے درمیان ہمیشہ ایک پردہ قائم رہتا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ ہمیں اس وقت بتلا دی تھی جب لوگوں میں سائنس کے موجودہ علوم ناپید تھے۔

یہ تو وہ آیتیں ہیں جن کو ہم لوگ سمجھ پائے ہیں۔ پتہ نہیں اور کتنی آیات ایسی ہوں گی جن کو شاید بعد والے لوگ سمجھ پائیں۔ قرآن کریم کی حکمت و بلاغت سے ہر کوئی آگاہ ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے سینکڑوں حکایتوں نے جنم لیا۔ قرآن کی یہی دانائی و حکمت اس کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت ہے۔ جب تخلیق اتنی حکمت و دانائی لئے ہوئی ہے تو خالق کی حکمت و دانائی کا کون تصور کر سکتا ہے۔ وہ ذات تو ہماری عقلوں سے ماورا ہے۔

اس ذات کی بنائی ہوئی ہر چیز بے نظیر و بے مثال اور ہر عیب سے پاک ہے۔ اس دنیا کا ذرّہ ذرّہ اپنے اندر ایک عظیم خالق کی جھلک لئے ہوئے ہے۔ جگہ جگہ اس کی نشانیاں بکھری پڑی ہیں۔ اگر ہم بغیر تعصب کے اپنے ذہن کو کائنات کی جستجو و تحقیق و تجزیہ اور مطالعے میں استعمال کریں تو بہت جلد ہمارے دل و دماغ سچائی کی روشنی سے منور ہو جائیں گے۔ اور سچائی کا حصول ہمیں بتائے گا کہ ہم کس قدر

غفلت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ہر مسلمان کو شکر ادا کرنا چاہئے کہ اسے اسلام جیسا دین ملا۔ اسلام سے قبل بھی علم حاصل کیا جاتا تھا، لوگ علم حاصل کرتے تھے مگر جس کا جتنا دل چاہتا وہ اتنا ہی علم حاصل کرتا۔ علم کی طلب کو فرض قرار دینے والا مذہب تو دین اسلام تھا، اس کے علاوہ کبھی کسی مذہب نے علم تو کیا علم کی چاہت کو بھی فرض قرار نہیں دیا۔ درسگاہیں پہلے بھی قائم تھیں مگر اسلامی درسگاہوں کی طرح آباد نہ تھیں۔ غرض نزولِ قرآن اور اسلام سے پہلے ایک جہالت تھی جو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئی تھی۔ جہالت کے اس جال کو اسلام نے توڑا اور لوگوں کے دلوں میں تہذیب و جہالت اور حق و باطل میں فرق کرنے کا شعور بیدار کیا یہ جہالت صرف قرآن میں دیئے گئے پیغامِ غور و فکر، تجربہ و تحقیق ہی سے دور ہوئی ہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے اس پیغام کو سمجھا، قرآن کو سمجھا، مشاہدہ کیا تو کیا کیا کھوج نہ نکال ڈالے۔ تاریخ گواہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد مسلمانوں نے جس تیزی سے ترقی کی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کیونکہ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے غور و فکر کو بطور مشغلے کے اپنایا۔

اور جب انسان ذہن کو غور و فکر میں استعمال کرتا ہے تو یقیناً اس کی نظر خدائے عزوجل کے تخلیق کردہ حیرت کدوں سے گذرتی ہے اور وہ مجسمۂ حیرت بن کر اس میں کھو جاتا ہے۔ اس کا ذہن چیخ چیخ کر اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ کوئی تو ہے بہت اعلیٰ و برتر جس نے ان سب چیزوں کو وجود عطا کیا۔ اور پھر جب وہ اس راہ پر چل نکلتے ہیں تو پھر وہ عظیم حقیقت تک جا پہنچتے ہیں جہاں خیر ہی خیر ہے برکت ہی برکت ہے اور وہ حقیقت اللہ رب العزت کی ذات کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔

اسی حقیقی خالق نے ایک حقیقت لوگوں کی رہنمائی کیلئے رکھ دی تا کہ لوگ گمراہ نہ ہو جائیں۔ اور وہ حقیقت ہے قرآن کریم، کلام اللہ۔ ایک ایسی کتاب جس کو نازل کرنے والے اللہ رب العزت ہیں جو سب سے اعلیٰ و برتر ہیں، ایک ایسی کتاب جس کو لانے والے تمام فرشتوں کے سردار جبریل امین علیہ السلام ہیں، ایک ایسی کتاب جو نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی۔ سب واسطے حقیقت کے، سب راستے صداقت کے، تو پھر اس کتاب کی صداقت میں شک کیا رہ گیا؟

ہمیں شکر بجالانا چاہئے اس ذات کا جس نے قرآن جیسی کتاب نبی ﷺ جیسا رہنما اور اسلام جیسا دین، شکر اس ذات کا جس کے حکم کے بغیر سورج سے لے کر ریت کے ذرّہ تک کوئی حرکت نہیں کرسکتا۔ اس کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی حمد و ثنا میں مشغول ہے ہمیں بھی چاہئے کہ شکر و تعریف میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔

☆☆☆

مولانا اختر حسین بہاولپوری (شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ) کی نئی کُتب

(فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

ناشر: مکتبۃ الاحسان، بالمقابل جامعہ دارالعلوم کراچی

موبائل نمبرز: 0323-3260337 ، 0321-2926776

احسانِ الٰہی "شرح" مؤطائین، ابن ماجہ، طحاوی ونسائی

وفاق المدارس میں شامل پانچوں کتابوں کی شرح جو طلباء کی پریشانی ومشکلات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے وفاق کے نصاب تک کی شرح کی گئی ہے۔ جس میں ترتیب یہ ہے کہ پہلے ابنِ ماجہ کی شرح، پھر طحاوی شریف میں تمام اختلافی مسائل کو حل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مؤطا امامِ مالکؒ کو رکھا گیا ہے، اس میں بھی ائمہ اربعہؒ کے مذاہب کی مکمل تفصیل ان دونوں کتابوں میں تشریح کردی گئی ہے۔ اور بقیہ دو کتابوں (مؤطا امامِ محمدؒ ونسائی) میں چونکہ تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، کیونکہ وہی مسائل ان میں بھی ہیں۔ البتہ ان میں صرف ترجمہ کیا گیا ہے۔

عظیم اسلامی شخصیات جنہوں نے دنیا بدل ڈالی

ایک ایسی کتاب جو ہمیں اپنے اسلاف کا طرزِ زندگی بتلا کر اور اُن کی تکلیفوں اور آزمائشوں سے بھری پڑی زندگی اور اُن کے علمی کارناموں سے باخبر کردے۔ وہ حضرات خود تو اس فانی دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن ہمیں مصائب ومشکلات کے ساتھ مقابلہ کرنے اور ایک کامیاب زندگی گزارنے کا سبق دے گئے۔

طلباء کو جدید دور کا چیلنج آگے بڑھو یا راستہ چھوڑ دو

سوئے ہوئے طلباء ونوجوانوں کو جگا کر کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دینے پر اُبھارنے والی کتاب، جس میں آپ ماضی کی عظیم شخصیات اور دورِ حاضر کی شخصیات کے واقعات کا مطالعہ کریں گے۔ جس کا مطالعہ آپ کو ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اچھا انسان بن کر زندگی گزارنے، اور زندگی میں کوئی سا بھی بڑا کارنامہ سرانجام دینے کا پختہ عزم کرنے پر مجبور کردے، چاہے وہ کارنامہ عالمی سطح پر ہو، یا براعظمی یا ملکی یا شہری سطح پر...... انشاء اللہ العزیز۔

محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین سے درخواست ہے کہ صرف ایسے علمی، ادبی اور معاشرتی سوالات ارسال کئے جائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے پرہیز کیجئے۔ (ادارہ)

سوال:۔ ہمارے بازار میں مختلف حضرات مل کر ۵۰۰ روپے روزانہ بیسی جمع کرتے ہیں اور پندرہ روز کے بعد قرعہ اندازی سے جس کا نام نکلتا ہے اُس کو دیا جاتا ہے لیکن ہر فریق ضرورت مند ہوتا ہے اور دل سے اُس کی چاہت ہوتی ہے کہ یہ بیسی والی رقم مجھے مل جائے اور اس کیلئے مختلف طریقوں کو اختیار کرتا ہے، جس فریق کو رقم مل جاتی ہے وہ اُس پر سامان سودا وغیرہ خریدتا ہے جس کی وجہ سے رہ جانے والے فرد کے دل میں حسرت یا رشک کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ آج کل اشیاء کی مارکیٹ ویلیو جس قدر تیزی کے ساتھ تغیر پذیر ہوتی ہے اس کی وجہ سے پہلے نمبر پر آنے والے کو انتہائی زیادہ فائدہ ہوتا ہے جبکہ آخر میں آنے والے فرد کو انتہائی زیادہ نقصان ہوتا ہے کیونکہ چھ مہینہ کے بعد اُس کو ملنے والی رقم کی مارکیٹ ویلیو اتنی نہیں ہوتی، عموماً ہمارے ہاں بیسی ڈالنے والے تمام کاروباری حضرات ہیں اور اس رقم کو کاروبار ہی میں لگاتے ہیں آپ سے اس مسئلہ کے متعلق وضاحت درکار ہے۔ (غلام اکبر۔ ضلع بونیر)

جواب:۔ کمیٹی میں رقم جمع کروانے کی جو صورت ذکر کی گئی ہے یہ درست اور جائز ہے بشرطیکہ کمیٹی میں حصہ ڈالنے والے افراد اتنی ہی رقم اپنی اپنی باری پر وصول کریں جتنی انہوں نے دی ہو یا جو وہ آئندہ دیں نیز اس میں کمیٹی کے کسی شریک پر کوئی اضافی مالی بوجھ بھی نہ ڈالا جائے اگر کمیٹی کے شرکاء باہمی رضامندی سے کسی کا نمبر پہلے مقرر کرلیں یا قرعہ اندازی کے ذریعہ باری طے کرلیں تو اس میں بھی مذکورہ بالا شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

سوال:۔ ہم اپنے آفس میں باجماعت نماز کا اہتمام کرواتے ہیں۔ کیا اس کیلئے اذان دینا ضروری ہے؟ اگر اردگرد کی مساجد سے ہمیں اذان کی آواز پہنچ جائے تو کیا یہ کافی ہے؟ اگر کوئی

اذان نہ ہو مگر نماز کا وقت ہو چکا ہو تو ہم بغیر اذان دیئے یا سنے باجماعت ادا کر سکتے ہیں؟
(صہیب رومی صالح۔ لاہور)

جواب:۔ اگر ان لوگوں کو آس پاس کی اذان کی آواز پہنچ جاتی ہو تو یہ اذان کافی ہے تاہم اس صورت میں اپنی اذان کہنا بہتر ہے، اور اگر نماز کا وقت ہو چکا ہو لیکن آس پاس کی مسجد میں اذان نہ دی گئی ہو تو اس صورت میں اذان کے بغیر اگرچہ نماز ہو جاتی ہے لیکن اذان چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔

سوال:۔ تقریباً ۱۵ یا ۲۰ دن پہلے کی بات ہے۔ لاہور میں نمازِ عصر کا وقت ۴:۵۰ سے شروع ہو رہا تھا۔ اس کے بعد یہ وقت بڑھتا جا رہا ہے۔ مگر ہمارے لوگ ابھی تک ۴:۵۰ پر ہی نمازِ عصر ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔ میں نے ایک بھائی کی توجہ اس جانب دلائی تو انہوں نے کہا کہ سعودی عرب میں نماز عصر جلدی ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ وہ امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ کسی نہ کسی امام کے نزدیک تو گنجائش ہے۔ مگر ہم یہاں سب حنفی ہیں۔ کیا ان لوگوں کی نمازِ عصر ادا ہو جاتی ہے؟ اب جبکہ نمازِ عصر کا وقت ۵:۰۰ بجے کے قریب ہو چلا ہے؟ کیا ان لوگوں کو اپنی ساری نمازیں جو کہ وقت سے پہلے ادا کی ہیں لوٹانا ضروری ہیں۔ (ایضاً)

جواب:۔ جن دنوں میں ۴:۵۰ بجے سے پہلے عصر کا وقت داخل ہو چکا تھا ان دنوں میں ۴:۵۰ بجے عصر نماز پڑھنا درست تھا البتہ آجکل وہاں اگر عصر کا وقت ۵:۰۰ بجے ہو رہا ہے تو ان لوگوں کا ۵:۰۰ سے پہلے عصر کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ مذکورہ لوگوں کا طرزِ عمل فقہ حنفی کی رو سے درست نہیں ہے، لہٰذا عصر کی جتنی نمازیں بغیر شرعی عذر کے وقت سے پہلے ادا کی گئیں فقہ حنفی کی رو سے ان کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

سوال:۔ پلاٹینم ایک دھات ہے جو سونے سے تقریباً تین گنا زیادہ قیمتی ہے۔ سوال ہے کہ ایک مرد مسلمان پلاٹینم کا بنا ہوا زیور پہن سکتا ہے یا نہیں؟ (رشید احمد۔ کراچی)

جواب:۔ مردوں کیلئے پلاٹینم کا زیور بھی استعمال کرنا جائز نہیں۔

سوال:۔ عورت کے سر کے بال، ہاتھ اور پاؤں کسی اجنبی مرد کی نسبت سے پردے کے حکم میں داخل ہیں یا نہیں؟ (نورالحسن۔ پشاور)

جواب:۔ اجنبی مردوں سے سر کے بالوں کا چھپانا واجب ہے، ہاتھوں اور پاؤں کا چھپانا واجب تو نہیں تاہم اس زمانہ میں چونکہ فتنہ کا اندیشہ ہے اس لئے چھپانا بہتر ہے۔

سوال:۔ ہمارے معاشرے میں پینٹ شرٹ کا استعمال مطلقاً جائز ہے، یا اس میں کسی قسم کی

کراہت بھی ہے؟ خصوصاً دینی مدارس کے طلبہ کیلئے جبکہ وہ اس کو بغیر کسی عذر کے استعمال کرتے ہوں۔(ایضاً)

جواب:۔لباس کے بارے میں شریعت نے کچھ اصول مقرر فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) اس لباس سے ستر چھپ جائے، لباس اتنا چست نہ ہو کہ اعضاء مستورہ کی ہیئت ظاہر ہو اور نہ اس قدر باریک ہو کہ جسم کی رنگت جھلکے۔(۲) مردوں کا لباس ٹخنوں سے نیچے نہ ہو۔(۳) مرد ریشمی لباس نہ پہنیں۔(۴) مرد عورتوں کا اور عورتیں مردوں کا لباس نہ پہنیں۔(۵) لباس میں اسراف نہ ہو۔(۶) لباس کے ذریعہ تفاخر مقصود نہ ہو۔ (۷) اس لباس سے کفار کے ساتھ تشبہ مقصود نہ ہو۔

ان اصولوں کی روشنی میں پینٹ شرٹ پہننے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر پینٹ اس قدر چست ہو جس سے اعضا کی ہیت ظاہر ہو یا ٹخنے سے نیچے تک لٹکتی ہو تو اس کا پہننا جائز نہیں، شرٹ اگر خالص ریشم کی ہو یا اس میں جاندار کی تصویر ہو تو اس کا پہننا بھی جائز نہیں، اسی طرح اگر پینٹ شرٹ سے مقصود تفاخر ہو تو بھی اس کا استعمال جائز نہیں۔ تاہم اگر کسی ادارے کی طرف سے پینٹ شرٹ کی پابندی کرائی جاتی ہو تو ایسی صورت میں اگر پینٹ اس قدر ڈھیلی ہو کہ اعضاء مستورہ کی ہیئت ظاہر نہ ہو اور ٹخنے سے اوپر ہو اسی طرح شرٹ بھی ریشم کی نہ ہو اور نہ ہی اس میں جاندار کی تصویر وغیرہ ہو تو اس صورت میں اگرچہ پینٹ شرٹ کی گنجائش ہے۔ تاہم چونکہ یہ صلحاء کا لباس نہیں ہے بلکہ کافروں کا چلایا ہوا لباس ہے اس لئے دفتری ضرورت کے علاوہ عام حالات میں اس سے گریز کرنا چاہئے۔

سوال:۔آجکل پینٹ شرٹ کے ساتھ جو ٹائی لگائی جاتی ہے، کیا وہ صلیب کے حکم میں ہے یا نہیں؟ کسی مسلمان کیلئے اس کو استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ (ایضاً)

جواب:۔ ٹائی کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ یہ صلیب کی علامت ہے لیکن یہ بات ابھی تک محقق طور پر ثابت نہیں ہوسکی، تاہم اس شہرت کی وجہ سے نیز فساق کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کا پہننا کراہت سے خالی نہیں لہٰذا اس کے پہننے سے اجتناب کرنا چاہئے، اگر مجبوراً ملازمت کی ضرورت کے پیش نظر پہننا پڑے تو ایک ناپسندیدہ لباس سمجھتے ہوئے بقدر ضرورت پہنیں اور ضرورت پوری ہوتے ہی فوراً اتار دیں۔

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

تعلیمی سرگرمیاں

حسب ہدایت رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم سالانہ امتحانات ۱۴۲۹ھ میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ میں انعامات کی تقسیم کیلئے ایک جلسہ جامع مسجد دارالعلوم کراچی میں منعقد ہوا جس میں جامعہ دارالعلوم کراچی مرکز کورنگی، شاخ نانک واڑہ، شاخ بیت المکرّم مسجد گلشن اقبال، شاخ محمدی مسجد اور جامعہ سے الحاق رکھنے والے مکاتب قرآنیہ کے اساتذہ و طلبہ نے شرکت فرمائی۔ جبکہ طالبات کے انعامات کی تقسیم کیلئے مرکز کورنگی کے احاطہ ہی میں واقع مدرستہ البنات میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ وفاق المدارس کے تحت ہونے والے سالانہ امتحانات میں پورے پاکستان کی سطح پر پوزیشن لینے والے، جامعہ کی سطح پر پوزیشن لینے والے اور پہلی بار کوئی پوزیشن حاصل کرنے پر خصوصی انعامات حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کے دست مبارک سے دلوائے گئے جبکہ درجہ حفظ کے انعامات حضرت مولانا افتخار احمد صاحب اور حضرت قاری عبدالرشید صاحب اور درجہ کتب کے انعامات حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب نے انعام یافتگان میں تقسیم فرمائے۔

اس موقع پر امریکہ سے آئے ہوئے جناب امجد حسین صاحب نے ایک ملی ترانہ اور اخیر میں حمدیہ اشعار پڑھ کر سنائے۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے سابقہ مشغلہ گلوکاری کو ترک کر کے اپنی زندگی دین کی ہدایات کے مطابق گذارنے کی توفیق بخشی اور اب حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم سے بیعت کا تعلق قائم کر کے اپنی اصلاح کا اہتمام کررہے ہیں اللہ تعالیٰ اس صالح انقلاب میں مزید ترقیات سے نوازیں۔ آمین۔

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے اپنے مختصر سے خطاب میں طلبہ کو ان کی نمایاں کامیابیوں پر

مبارکباد دی اور انہیں شکر ادا کرتے رہنے کی تلقین فرمائی، حاضرین کو نصیحت فرمائی کہ ہم سب امتحان گاہ میں زندگی گذار رہے ہیں، ہمارا ہر عمل ہماری ہر جنبش ہمارے لئے آخرت کا امتحان ہے، پھر اسی امتحان میں کامیابی کا ایک گُر بیان فرمایا کہ دنیا میں جب کبھی کوئی ناگوار بات پیش آجائے تو فوراً کلمۂ صبر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کی عادت بنالیں۔ اور جب کوئی خوشگواری سامنے آئے تو چپکے سے ''الحمدللہ'' کہہ لیا کریں۔ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے، دل سے بھی اور عمل سے بھی، دل کا شکر یہ ہے کہ اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور مہربانی سمجھے اپنا کمال نہ سمجھے اور عملی شکر یہ ہے کہ اس نعمت کا غلط استعمال نہ کرے۔

اخیر میں آپ نے دعا فرمائی اور شام کی تعطیل کا اعلان فرمایا۔ نماز ظہر کے بعد مکاتب اور شاخوں سے آنے والے تمام اساتذہ وطلبہ کیلئے ضیافت کا انتظام کیا گیا تھا تمام مہمانوں نے اس ضیافت کا لطف بھی اُٹھایا۔

جلسہ کے انتظامات حسب معمول حضرت مولانا رشید اشرف صاحب زیدمجدہ کی نگرانی میں انجام پائے اور انعامات کی تیاری حضرت مولانا محمد یونس صاحب سلمہٗ کی نگرانی میں کی گئی جبکہ کھانے کا انتظام حضرت مولانا افتخار احمد صاحب دام اقبالہ کی ہدایت ونگرانی میں جناب قاری عبدالرحمٰن صاحب اور جناب مہتاب صاحب اور عملہ مطبخ نے بہت عمدگی سے کیا۔

مختلف اساتذۂ کرام نے طلبہ کو مسجد میں جمع رکھنے کی نگرانی فرمائی، بفضلہ تعالیٰ تمام حضرات کی مشترکہ کوششوں اور اکابر کی دعاؤں سے یہ اجتماع بخیر وخوبی پورا ہوا اللہ تعالیٰ اسے جامعہ کی تعلیمی تربیتی خدمات کی ترقی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

بیرونی اسفار حضرت نائب صدر صاحب مدظلہم

۱۲رذیقعدہ ۱۴۲۹ھ (۱۱ نومبر ۲۰۰۸ء): نائب صدر جامعہ دار العلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم آج لاہور تشریف لے گئے، جہاں مورخہ ۱۳رذیقعدہ کو ایک خاندانی تقریب میں شرکت کی اور ۱۴رذیقعدہ کو حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب اور مولانا قاری احمد میاں تھانوی

صاحب مدظلہما کی دعوت پر دارالعلوم الاسلامیہ میں علماء کے ایک اجتماع سے خطاب کیا۔

۱۵/ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ (۱۴/نومبر ۲۰۰۸ء): اسلام آباد میں خیبر بینک کے شریعہ بورڈ کے اجلاس میں شرکت کی اور اسی روز واپس کراچی تشریف لے آئے۔

۲۶/ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ (۲۵/نومبر ۲۰۰۸ء): نائب صدر صاحب مدظلہم آج کراچی سے بحرین تشریف لے گئے جہاں ۲۹/ذیقعدہ تک "المجلس الشرعی" کے اجلاس میں شرکت کی۔ اور اس اجلاس میں وقف اور زکوٰۃ کے معاییر شرعیہ کو آخری شکل دی گئی اور ۲۹/ذیقعدہ کو آپ واپس کراچی تشریف لے آئے۔

تقریب سعید

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ محافظین کے ناظم جناب محمد مشتاق ستی صاحب نے اپنے صاحبزادے ماجد اقبال سلمہٗ کی دعوت ولیمہ بروز بدھ ۲۵ ذوالحجہ دارالعلوم کے چمن میں بعد نماز عشاء اہتمام کیا۔ اسی طرح بروز جمعۃ المبارک ۲۷/ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاد حدیث حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب دامت برکاتہ نے اپنے بیٹے مولوی حماد اشرف سلمہٗ کی تقریب ولیمہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے چمن میں منعقد کی۔ بفضلہٖ تعالیٰ دونوں تقریبات بحسن وخوبی انجام پائیں اور معزز مہمان حضرات پرلطف دعوت سے شادکام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جوڑوں کو خوشگواری اور دینداری کی زندگی سے مالا مال رکھیں۔ آمین۔

بلوچستان کے متأثرینِ زلزلہ کی امداد

پچھلے شمارے میں اس کی کچھ تفصیل آچکی ہے، وفد میں شریک جامعہ دارالعلوم کراچی کے بزرگ استاذ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب مدظلہم نے اس دورے کی جو مزید تفصیل بتائی اس کا خلاصہ یہ ہے:

"وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا یہ وفد میرے علاوہ تین حضرات پر مشتمل تھا:۔

(۱) صدر الوفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

(۲) رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم العالی

(۳) رئیس الجامعہ خیر المدارس ملتان مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری مدظلہم

وفد ۲۱ر ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ (۲۰ر نومبر ۲۰۰۸ء) جمعرات کے روز کوئٹہ روانہ ہوا، وہاں سے ضلع زیارت کے متأثرہ علاقوں وام، کواس وغیرہ کیلئے روانگی ہوئی، وفد کے حضرات نے ان علاقوں کے علماء وعوام سے ملاقات کی، حالات معلوم کئے، فوری طور پر حضرت رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی نے مستحقین میں پندرہ لاکھ روپے کی خطیر رقم تقسیم فرمائی، وفد کے دیگر حضرات نے آٹھ لاکھ روپے تقسیم فرمائے، وہاں کے باشندوں نے بتایا کہ زلزلے سے متأثر ہونے والے مدارس ومساجد کی تعمیر نو کی طرف تاحال توجہ نہیں ہوسکی ہے، اس طرف بطور خاص توجہ کی ضرورت ہے"۔

۲۳ر ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ (۲۲ نومبر ۲۰۰۸ء) ہفتہ کے روز وفد کے حضرات علماء کرام بحمداللہ بخیر وعافیت واپس تشریف لے آئے۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاد مولانا محمد طلحہ شمسی صاحب اور مولانا محمد زبیر شمسی صاحب کی خالہ صاحبہ کا گذشتہ دنوں انتقال ہوگیا۔ جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاد مولانا حسان کلیم صاحب کے تایا جناب ہارون صاحب برادر جناب محمد کلیم صاحب بروز جمعرات بتاریخ ۲۷ر ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ رحلت فرماگئے۔ جامعہ دارالعلوم کراچی کے سابق استاد جناب مولانا قاری محمد حنیف صاحب طارق رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ مختصر سی علالت کے بعد ۳۰ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ (۲۹ر دسمبر ۲۰۰۸ء) پیر کے روز اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت کاملہ فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل اور فلاح دارین سے نوازیں۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆
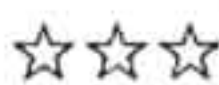
میرے محبوبؐ کی سات باتیں

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے محبوب دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کا خاص طور پر حکم فرمایا :۔

۱۔ مساکین اور غرباء سے محبت رکھنے اور ان سے قریب رہنے کا۔

۲۔ اور آپؐ نے حکم فرمایا کہ دنیا میں ان لوگوں پر نظر رکھوں جو مجھ سے نیچے درجہ کے ہیں۔ (یعنی جن کے پاس دنیوی زندگی کا سامان مجھ سے بھی کم ہے اور ان پر نظر نہ کروں جو مجھ سے اوپر کے درجہ کے ہیں (یعنی جن کو دنیوی زندگی کا سامان مجھ سے زیادہ دیا گیا ہے) اور بعض دوسری احادیث میں ہے کہ ایسا کرنے سے بندے میں صبر و شکر کی صفت پیدا ہوتی ہے اور یہ ظاہر بھی ہے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ

۳۔ مجھے آپ نے حکم دیا کہ میں اپنے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کروں اور قرابتی رشتہ کو جوڑوں (یعنی ان کے ساتھ وہ معاملہ اور سلوک کرتا رہوں جو اپنے عزیزوں اور قریبوں کے ساتھ کرنا چاہیئے) اگرچہ وہ میرے ساتھ نہ کریں، اور

۴۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ کسی آدمی سے کوئی چیز نہ مانگوں (یعنی اپنی ہر حاجت کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں اور اس کے سوا کسی کے در کا سائل نہ بنوں)۔

۵۔ میں ہر موقع پر حق بات کہوں اگرچہ وہ لوگوں کے لئے کڑوی ہو (اور ان کے اغراض اور خواہشات کے خلاف ہونیکی وجہ سے انہیں بری لگے) اور

۶۔ آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اللہ کے راستے میں کبھی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈروں (یعنی دنیا والے اگرچہ مجھے برا کہیں، لیکن میں وہی کہوں اور وہی کروں جو اللہ کا حکم ہو اور جس سے اللہ راضی ہو) اور کسی کے بُرا کہنے کی ہرگز پرواہ نہ کروں اور

۷۔ آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں کلمہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ کثرت سے پڑھا کروں کیونکہ یہ سب باتیں اس خزانے سے ہیں جو عرش کے نیچے ہے (یعنی یہ اس خزانہ کے قیمتی جواہرات ہیں جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہے اور جن کو اللہ ہی جن بندوں کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، کسی اور کی وہاں دسترس نہیں ہے)۔ (مسند احمد۔ معارف الحدیث)

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

نام کتاب .... تفسیر عثمانی

ترجمہ .... شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر .... شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ضخامت .... ٨٦٠ صفحات، طباعت عمدہ، کاغذ مناسب، مضبوط ڈائی دار جلد سرورق رنگین اور خوبصورت، قیمت درج نہیں

ناشر .... اقرأ اشرفیہ کمپنی رجسٹرڈ آفس نمبر ا، فرسٹ فلور، زبیدہ سینٹر ۴۰، اردو بازار لاہور۔

قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر کا شغف رکھنے والے حضرات تفسیر عثمانی کی افادیت سے بخوبی واقف ہیں، اس کی اہمیت و نافعیت پر قلم اُٹھانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ روز اوّل سے ہی بڑے بڑے اشاعتی ادارے اسے شایان شان انداز میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں، سعودی حکومت نے بھی یہ عظیم الشان تفسیر لاکھوں کی تعداد میں طبع کروا کر متعدد مسلم ممالک میں بھجوائی تھی۔

زیر نظر اشاعت بھی اسی سلسلے کی ایک عمدہ کڑی ہے جو متعدد خصوصیات کی حامل ہے:

١) فوائد عثمانی پر چار ہزار تین سو چوہتر جدید عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔

٢) اس بات کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ تفسیر صفحے کی دائیں طرف اور نچلے حصہ میں رہے۔

٣) کوشش کی گئی ہے کہ ہر صفحہ کے فوائد اسی میں مکمل ہو جائیں۔

٤) ہر صفحے کے حاشیے میں نمبروں کو محرابی دائرے کی شکل بنا کر واضح کر دیا گیا ہے۔

ان خصوصیات کی وجہ سے استفادہ آسان تر ہو گیا ہے۔

دعا ہے کہ مولائے کریم اس اشاعت کی تیاری میں حصہ لینے والے حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہر پڑھے لکھے مسلمانوں کیلئے اس سے استفادے کو آسان بنائے۔ آمین۔ .... (ابو معاذ)

جہنم کی ہولنا کی

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ "اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَّكُوْنُ طَعَامُهٗ۔ (مسلم)

..........ترجمہ..........

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" (اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور فیصلہ کرلو کہ ہرگز نہ مروگے، مگر اس حال میں کہ تم مسلم (اللہ کے فرمانبردار بندے) ہوگے)، (اور اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کے سلسلے میں) آپ نے بیان فرمایا کہ "زقوم" (جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے، اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا) اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کردے، پس کیا گذرے گی اس شخص پر؟ جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا"۔ (مسلم)